جلد ۵ مارچ ۱۹۶۴ء شمارہ ۳

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

مارچ سنہ ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے فی پرچہ: ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

طابع و ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"
دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۳

مارچ ۱۹۶۴ء

قلوبِ انسانی میں زندہ خدا پر زندہ ایمان کی آبیاری

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کا عظیم الشّان مقصد

خدا تعالیٰ مختلف دوروں اور مختلف زمانوں میں اپنے ماموروں، مرسلوں اور مصلحینِ خاص کو اُس وقت ہی دنیا میں مبعوث فرماتا ہے جب زمانہ کی حالت پُکار پُکار کر تقاضہ کر رہی ہوتی ہے کہ کوئی فرستادۂ حق آئے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو پھر راہِ حق پر گامزن کر دکھائے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب اصلاحِ خلق کی تمام انسانی تدبیریں اور منصوبے یکسر بے اثر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ مایوسی اِس قدر غالب آجاتی ہے کہ عمل کی قوت سرے سے باقی ہی نہیں رہتی۔ اِس حال میں انسانی تدبیروں کا خاتمہ ہو جانے کے باعث آسمانی تقدیر بروئے کار آتی اور ایک نئے اور امید افزا دور کے آغاز کا اعلان کرتی ہے۔

اُس وقت عقل وخرد، ہوشمندی وہوشیاری اور دانشوری کی کیوں کچھ پیش نہیں جاتی؟ اِس لئے کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب اعتقادی وعملی خرابیاں حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں، حلال وحرام کی تمیز یکسر مفقود ہو جانے سے فسق وفجور اور معصیت کی گرم بازاری کی کوئی حد نہیں رہتی یہاں تک کہ ہر شعبۂ حیات میں ایک ہمہ گیر فساد کی ناقابلِ بیان کیفیت رونما ہو کر کیا خواص اور کیا عوام سب کو ہی تباہی کے کنارے لا کھڑا کرتی ہے۔ اُس وقت اصلاح کے بڑے بڑے دعویدار بھی عاجز ودرماندہ ہو کر اپنے آپ کو وقت کے بہتے دھاروں کے حوالے کرنے میں عافیت ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ فسادِ عظیم اور ہمہ گیر مایوسی کے ایسے نازک اور ہولناک وقت میں اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ورحیم ہے اپنے بندوں کو تباہی سے بچانے کے لئے اپنی آسمانی تقدیر کو بروئے کار

دکھاتا ہے یعنی اپنے ایک مامور کو دنیا میں بھیج کر اُس کے ذریعہ سے ناممکن کو ممکن کر دکھاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

اِس عملی و اعتقادی بگاڑ اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونیوالے ہمہ گیر فساد کی اصل جڑ یا علّت یہ بنیادی خرابی ہوتی ہے کہ لوگ اپنے خالق و مالک کو اِس حد تک بھول جاتے ہیں کہ کبھی بھول کر بھی اُسے یاد نہیں کرتے بعض تو اُس سے برگشتہ ہو کر مختلف قسم کے مصنوعی خدا تجویز کر لیتے ہیں اور پھر انہی کی پوجا میں دن رات مشغول رہنے کو وہ سعادتِ عظمیٰ سمجھنے لگتے ہیں اور بعض سرے ہی سے اُس کے وجود کے منکر ہو کر دہریہ بن جاتے ہیں۔ جب کسی قادرِ مطلق خالق و مالک ہستی کا خوف اور جزا سزا کا ڈر باقی نہیں رہتا تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کمال دلیری کے ساتھ گناہوں میں ملوث ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بالآخر ان کی رُوح اِس قدر مسخ ہو جاتی ہے کہ وہ اصلاح کی طرف مائل ہونے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔ دُنیا ہی ان کا مقصود ہوتی ہے اور وہ ہمہ وقت دنیا ہی میں منہمک رہتے ہیں۔ سو فی الاصل خدا فراموشی ہی اِس فساد کی اصل جڑ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اِس فساد کو دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کا کوئی مامور آتا ہے تو وہ سب سے پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جُھکا کر انہیں اس کا والہ و شیدا بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر از سرِ نو ایمان لانے اور اس کے احکام بجا لانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فساد کے تمام سوتے خود بخود بند ہو جاتے ہیں اور یہ دنیا خدا پرستی، نیکوکاری اور صُلح و آشتی کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

گزشتہ صدی کے اواخر میں جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام دنیا میں مسیحِ موعود کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تو اُس وقت اَور مذاہب کا تو ذکر ہی کیا خود اسلام کے نام لیوا ایمان باللہ سے یکسر عاری ہو کر بڑی تیزی کے ساتھ دہریت کی طرف بہے جا رہے تھے۔ ان میں سے جو خدا کے قائل تھے بھی ان کا تصوّرِ باری حد درجہ ناقص اور ادھورا تھا۔ انہیں اُس کی قدرتوں پر کوئی یقین نہ تھا اور نہ وہ اِس بات کے ہی قائل رہے تھے کہ خدا اپنے بندوں کی دعائیں سُنتا، انہیں قبول کرتا اور ان کی دلی مرادیں انہیں عطا کرتا ہے۔ انہوں نے اسے ایک معذور و مجبور ہستی تصوّر کر رکھا تھا۔ گویا ایمان باللہ کے تعلق میں دو قسم کا بگاڑ پیدا ہو کر دن بدن بڑھتا اور پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ ایک طرف تو مغربی فلسفہ کی رَو لوگوں کو دہریت کی طرف بہائے لئے جا رہی تھی۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر رسمی ایمان رکھنے والے اس کی ذات اور صفات کے بارہ میں سچّی معرفت سے یکسر عاری تھے اور وہ مختلف اقسام کے شرک میں مبتلا ہونے کے باعث گمراہی و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے عین مطابق اِس آخری زمانہ میں اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرمایا دنیا میں آ کر سب سے اہم اور سب سے مقدّم جو کام انجام دیا وہ یہی تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر زندہ ایمان پیدا کر دکھایا اور پھر اپنے متبعین کو خدا تعالیٰ کا وہ عرفان عطا کیا کہ وہ دل و جان سے اسی پر فریفتہ ہو کر صرف

اور صرف اسی کے ہو رہے۔ انہوں نے روئے زمین سے اعتقادی و عملی فساد کو مٹانے کا عہد باندھ کر اپنی زندگیوں کو اسی کام میں لگا ڈالا۔ اب یہ کام آپ کے بعد نسلاً بعد نسلٍ نہایت درجہ خوش اسلوبی سے انجام پا کر اس دنیا کی کایا پلٹتا چلا آ رہا ہے۔

دلوں کو زندہ خدا پر زندہ ایمان سے معمور کر دکھانے کے سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے جو عظیم الشان کارنامہ سر انجام دیا اس کے تعلق میں سب سے پہلی چیز جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ حقیقت بار بار اور بہ تکرار بڑی کثرت کے ساتھ ذہن نشین کرائی کہ آپ کی بعثت کا عظیم الشان مقصد ہی یہ ہے کہ تا آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا حقیقی عرفان عطا کر کے انہیں تمام جھوٹے اور مصنوعی خداؤں سے برگشتہ کر دکھائیں اور انہیں اُس واحد و یگانہ کے آستانہ پر سجدہ ریز کر کے ہمیشہ ہمیش کے لئے اُس کی امان کے نیچے لے آئیں۔ ذیل میں آپ کے بعض وہ ارشادات پیش کئے جاتے ہیں جن میں آپ نے اپنی بعثت کے اِس عظیم الشان مقصد کو بڑی شدّ و مدّ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) "انبیاء علیہم السّلام کی دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو شناخت کریں اور اُس زندگی سے جو انہیں جہنّم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں حقیقت میں یہی بڑا بھاری مقصد اُن کے آگے ہوتا ہے پس اِس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اُس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے بلکہ دکھانا چاہتا ہوں۔" (ملفوظات جلد سوم صا۱۱)

(۲) "غرض اِس قسم کی ناپاک زندگی جو حقیقت میں گناہ کی لعنت ہے وہ عام ہو رہی ہے اور وہ پاک زندگی جو گناہ سے بچ کر ملتی ہے وہ ایک لعلِ تاباں ہے جو کسی کے پاس نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ نے وہ لعلِ تاباں مجھے دیا ہے اور مجھے اس نے مامور کیا ہے کہ میں دنیا کو اِس لعلِ تاباں کے حصول کی راہ بتاؤں۔ اس راہ پر چل کر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص یقیناً یقیناً یقیناً اس کو حاصل کر لے گا۔ اور وہ ذریعہ اور وہ راہ جس سے یہ ملتا ہے ایک ہی ہے جس کو خدا کی سچی معرفت کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بڑا مشکل اور نازک مسئلہ ہے کیونکہ یہ ایک مشکل امر پر موقوف ہے۔ فلاسفر جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے آسمان اور زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیبِ ابلغ محکم پر نظر کر کے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر میں اس سے بلند تر مقام پر لیجاتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خدا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم ص۱۶)

(۳) ”جو ایک خدا کو ماننے والے تھے وہ اب ایک مردہ کو خدا سمجھتے ہیں۔ اور اُن خداؤں کا تو شمار ہی نہیں جو مُردہ پرستوں اور مزار پرستوں نے بنائے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت اور صورت میں خدا تعالیٰ کی غیرت نے یہ تقاضہ کیا ہے کہ ان مصنوعی خداؤں کی خدائی کو خاک میں ملایا جاوے اور زندوں اور مُردوں میں ایک امتیاز قائم کر کے دنیا کو حقیقی خدا کے سامنے سجدہ کرایا جاوے۔ اِسی غرض کے لئے اُس نے مجھے بھیجا ہے اور اپنے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے۔“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۷۲)

(۴) ”مَیں دیکھتا ہوں کہ دنیا اپنی دُھن میں ایسی لگی ہے کہ اُس کو آخرت کا کچھ فکر اور خیال ہی نہیں خدا تعالےٰ سے ایسے لاپرواہ ہو رہے ہیں گویا وہ کوئی ہستی ہی نہیں۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی ایمانی حالت اِس حد تک کمزور ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ مَیں زندہ ایمان زندہ خدا پر پیدا کرنے کی راہ بتلاؤں۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۵)

(۵) ”ہماری بعثت کی علّتِ غائی یہی ہے کہ رستۂ منزلِ جاناں کے بھولے بھٹکوں، دل کے اندھوں، جذامِ ضلالت کے مبتلاؤں، ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے کور باطنوں کو صراطِ مستقیم پر چلا کر وصالِ ذاتِ ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے اور عرفانِ الٰہی کے اس نقطۂ انتہا تک ان کو پہنچایا جاوے تاکہ ان کو حیاتِ ابدی اور راحتِ دائمی نصیب ہو اور وہ جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ لے کر مست و سرشار رہیں۔“ (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۸۹)

(۶) ”مَیں سچ کہتا ہوں کہ اِس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین کے رہنے والوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو۔ جس طرح سے ہر ایک بادشاہ طبعاً چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو اسی طرح منشاءِ الٰہی یونہی ہو رہا ہے کہ اُس کی عظمت و جبروت کا اہلِ دنیا کو علم ہو اور وہ خدا جو پوشیدہ ہو رہا ہے دنیا پر اپنا ظہور دکھائے اِس لئے اُس نے اپنا ایک مامور بھیجا ہے تاکہ دنیا کا جذام جاتا رہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۷۸)

(۷) "جو لوگ خدا کے ساتھ جلدی کرتے ہیں وہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں ہر چیز کی ترقی تدریجی ہے روحانی ترقی بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ بدوں مجاہدہ کے کچھ بھی نہیں ہوتا اور مجاہدہ بھی وہ ہو جو خدا تعالیٰ میں ہو، یہ نہیں کہ قرآن کریم کے خلاف خود ہی بے فائدہ ریاضتیں اور مجاہدہ جوگیوں کی طرح تجویز کر بیٹھے۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح ہر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔"

(الحکم یکم مئی ۱۹۰۰ء)

اب چونکہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کی بعثت کا ایک عظیم الشان مقصد یہ تھا کہ آپ لوگوں کو دہریت اور شرک کی ظلمتوں سے نکال کر انہیں سچے خدا کا پتہ دیں اور انہیں اس تک پہنچا کر اس کا والہ و شیدا اور مطیع و منقاد بنائیں اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں توحید خالص کے قیام اور خدائے واحد و یگانہ کے قدرت و جلال اور کبریائی و جبروت کے اظہار کے لئے وہ جوش اور وہ سوزش و گدازش عطا کی تھی کہ فی زمانہ اس کی اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی ایک ہی تمنا، ایک ہی خواہش اور ایک ہی تڑپ تھی کہ لوگوں کو خدائے قادر و قدّوس کی ذات اور اس کی لازوال و غیر محدود صفات کی سچی معرفت نصیب ہو اور وہ تمام مصنوعی خداؤں سے بیزار ہو کر صرف اور صرف اسی کے حضور سجدہ ریز ہوں اور اسی کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے ہر آن اسی کی یاد میں محو اور اسی کی محبت میں سرشار رہیں۔ دنیا و آخرت میں وہی ان کا معبود و مسجود ہو اور وہی ان کا مطلوب و مقصود۔ چنانچہ آپ اپنے اس فطری جوش اور بے مثال سوزش و گدازش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میں دیکھتا ہوں کہ جس کام کے لئے اس نے مجھے مقرر کیا ہے اس کے حسب حال جوش اور سوزش بھی میرے سینے میں پیدا کر دی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس ظلم صریح کو دیکھ کر جو ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے میرے دل میں کس قدر درد اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ ہزاروں ہزار انسان ہیں جو اپنے اہل و عیال اور دوسری حاجتوں کے لئے دعائیں کرتے اور تڑپتے ہیں۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ میرے لئے اگر کوئی غم ہے تو یہی ہے کہ نوع انسان کو اس ظلم صریح سے بچاؤں کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا بنانے میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس سچے اور حقیقی خدا کے سامنے ان کو پہنچاؤں جو قادر اور مقتدر خدا ہے۔ میری فطرت میں کسی اور امر کے لئے کوئی اور میلان ہی نہیں رکھا گیا اور نہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور کسی چیز کی حاجت میرے لئے رہنے دی ہے اس لئے میری بڑی دعا اور آرزو یہی

یہی ہے کہ میں اس باطل کا استیصال دیکھ لوں جو خدا تعالیٰ کی مسند پہ ایک عاجز انسان کو بٹھایا جاتا ہے اور یہ کہ حق ظاہر ہو جائے۔ میں اس جوش اور درد کو جو مجھے اس حق کے اظہار کے لئے دیا گیا ہے بیان کرنے کے واسطے الفاظ نہیں پاتا۔ اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ کوئی اَور مسیح بھی آسمان سے اُترنے والا ہے تو بھی میں اپنے دل پر نظر کر کے کہہ سکتا ہوں کہ جو گداز ش اور جوش مجھے اس خدمت کے لئے دیا گیا ہے کبھی کسی اَور کو نہیں دیا گیا۔"

(الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء)

یہ اسی فطری جوش، سوزش و گدازش، درد و غم اور دلی تڑپ کا نتیجہ تھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو خدا کی طرف بلانے، اُس کی ذات اور صفات کی حقیقی معرفت عطا کرنے اور انسانی قلوب کو اُسی کی محبت اور اُسی کے عشق سے سرشار کرنے میں ایسی مہتم بالشّان جدّ و جہد فرمائی کہ اس آخری زمانے میں اس کی کوئی اَور مثال نہیں ملتی اور نہ ہرگز ہرگز مل سکتی ہے۔ آپؑ نے لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلانے میں دن رات ایک کر دیئے۔ دن کا آرام اور راتوں کی نیند اپنے پر حرام کر لی۔ دن اور رات، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اور بستر پر لیٹے ہوئے کروٹیں بدلتے آپ کو ایک ہی تڑپ اور ایک ہی لگن تھی کہ دنیا اور اس کی لذات میں پھنسے ہوئے انسان، خدا کی ذات کے منکر اور اس کی ذات سے غافل نادان، بے جان پتھروں اور مُردہ انسانوں کو پُوجنے والے انجان دہریت اور شرک کی نجاست سے پاک ہو کر اپنے خالق و مالک کو پہچاننے لگیں اور اُس کے حضور سجدہ ریز ہو کر سَو جان سے اُسی پر فریفتہ اور اُسی پر فدا ہو جائیں تا اُس کی راہ میں موت قبول کرنے سے ابدی حیات اور دائمی راحت کے وارث ٹھہریں۔ آپؑ نے عقلی دلائل کے ذریعہ ہی خدا کی ہستی کو نہیں منوایا کیونکہ عقلی دلائل دینے اور عقل کی نارسائی کے باعث خود اسی بھول بھلیاں میں اُلجھ کر دوسروں کو بھی اُلجھا دینے والوں کی پہلے بھی کمی نہ تھی۔ آپؑ نے عقلی دلائل سے آگے بڑھ کر روحانی دلائل پر زور دیا اور پھر ان روحانی دلائل کو پیش کرنے میں محض ازمنہ گزشتہ کے قصّے کہانیوں اور پدرم سلطان بود کے نعروں کا سہارا نہیں ڈھونڈا بلکہ ماموارنہ شان کے عین مطابق خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی غیر محدود و لازوال صفات کے ثبوت میں اپنے وجود کو پیش کیا اور دنیا میں ببانگِ دہل یہ اعلان فرمایا کہ آج خدا تعالیٰ نے اپنی ہستی اور اپنی صفات کا ثبوت دینے کے لئے مجھے اپنے الہامِ خاص سے مشرف فرما کر مجھ میں اپنا جلوہ ظاہر فرمایا ہے جو بھی خدا کو پہچاننا ہی نہیں بلکہ خدا کو دیکھنا اور اُس کی سچّی معرفت سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے اور خدا کی قدرت و جلال کے تازہ بتازہ نشانات مشاہدہ کر کے اس کی ذات و صفات پر ایمان لانے میں علم الیقین ہی نہیں بلکہ عین الیقین اور پھر اس سے بھی بڑھ کر حق الیقین کا درجہ حاصل کرے۔ آپ کا یہی وہ دعویٰ تھا جس نے اُس وقت کے تمام

خودساختہ مصلحین پر آپؑ کی فوقیت کو ثابت کر دکھایا اور ان سب کے چراغ ایک ایک کر کے آپؑ کے سامنے گُل ہوتے چلے گئے اور آپ نے بفضلہٖ تعالیٰ دنیا سے خدا کی ہستی منوانے میں بظاہر ناممکن کو فی الحقیقت ممکن کر دکھایا۔ بجز آپ کے کوئی ایک بھی نہ تھا اور نہ تا ایں دم کوئی پیدا ہوا کہ جو یہ کہہ سکتا کہ میں خدا کی قدرت اور اُس کے جلال کے اظہار کے لئے آسمان سے بھیجا گیا ہوں، اگر خدا کو دیکھنا اور اس سے ہمکلام ہونا چاہتے ہو تو میرے پاس آؤ میں تمہیں یہ راہ بتاتا ہوں کیونکہ خدا نے مجھے مامور ہی اس کام پر کیا ہے۔ آپؑ کے پُرشوکت اعلانات آپؑ کی ماموریت پر شاہدِ ناطق کی حیثیت رکھتے ہیں اور دنیا پر آشکار کر رہے ہیں کہ فی الواقعہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ ہدایت پر لانے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایسے ہی عظیم الشان روحانی فرزند کی ضرورت تھی ورنہ محض وعظ و نصیحت کے ذریعے دنیا کو خدا کی طرف بُلانے والوں کی پہلے بھی کمی نہ تھی۔ ذیل میں ہم دنیا کو ہلا دینے والے آپؑ کے ایسے ہی چند ایک اعلانات یہاں درج کرتے ہیں۔ آپ نے دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت پُرجلال انداز میں فرمایا:-

(۱) "میرا مذہب یہ ہے کہ وہ خدا جس کو ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور دنیا اُس سے غافل ہے۔ اُس نے مجھ پر اپنا جلوہ دکھایا ہے جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہے وہ دیکھے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۷۵)

(۲) "ہماری غرض بجز اِس کے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو اُس خدا کی طرف رہنمائی کریں جسے ہم نے خود دیکھا ہے سُنی سُنائی بات اور قصّہ کے رنگ میں ہم خدا کو دکھانا نہیں چاہتے بلکہ ہم اپنی ذات اور اپنے وجود کو پیش کر کے دنیا سے خدا تعالیٰ کا وجود منوانا چاہتے ہیں۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۲)

(۳) "(ہماری) یہ مجلس خود اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہے جس میں بیٹھ کر خدا نظر آتا ہے۔ جو راستہ ہم صاف کرتے ہیں مشرق و مغرب کہیں چلے جاؤ کسی جگہ وہ بات نہیں ملے گی۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا جب ایک یا دو باتیں اسلام کی تائید میں پیدا نہ ہوتی ہوں۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۶۳)

(۴) "ہماری بیعت اور رفاقت کی پاک تاثیرات کے ثمراتِ حسنہ بالکل صاف ہیں ہاں ان کے ادراک کے لئے فہم رسا چاہیئے، ان کے حصول کے لئے رشد و صفا چاہیئے، ساتھ ہی استقامت کے لئے اتقا چاہیئے۔ ورنہ ہماری جانب سے تو چار دانگ عالم کے کانوں میں عرصہ سے کھول کھول کر منادی ہو رہی ہے ؎

بیا مدم کہ رہِ صدق را درخشانم　　بدلستاں برم آنرا کہ پارسا باشد

(میں اس لئے آیا ہوں کہ صدق کی راہ کو روشن کروں اور خدا کے حضور اسے لے چلوں جو نیک و پارسا ہے)

کسیکہ سایۂ بالِ ہماش سُود نداد　　بباید ش کہ دو روزے بظلِ ما باشد

(وہ شخص جسے بالِ ہما کے سایہ نے بھی فائدہ نہ دیا ہو اُسے چاہیئے کہ دو دن ہمارے زیرِ سایہ رہے)

گلے کہ رُوئے خزاں را ہگنے نخواہد دید　　بباغِ ماست اگر قسمتت رسا باشد

(وہ پھول جو کبھی خزاں کا مُنہ نہ دیکھے گا وہ ہمارے باغ میں ہے اگر تیری قسمت یاور ہو)

ہم نے تو اس مائدۂ الٰہی کو ہر کس و ناکس کے آگے رکھنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر آگے ان کی اپنی قسمت، وما علینا الا البلاغ۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۹)

چونکہ خدا تعالیٰ نے آپؑ کو مامور ہی اس لئے کیا تھا کہ آپؑ تازہ بتازہ نشانوں کے ذریعہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی سچی معرفت عطا کریں اور اس خاطر خدا تعالیٰ نے آپؑ پر اپنا جلوہ فرمایا تھا اور آپؑ کی معیت اور رفاقت کو تائید و نصرت اور قربِ الٰہی کے ثمراتِ حسنہ سے نوازا تھا اس لئے آپؑ نے بار بار اور باصرار لوگوں کو دعوت دی کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کو پانا چاہتے ہیں اور اس کی معرفت کا زندہ یقین حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ قادیان آکر آپؑ کی صحبت میں رہیں۔ آپؑ نے حتمی طور پر اعلان فرمایا کہ جو بھی پاک ارادہ صدق نیت اور سچی تلاش کے ساتھ آکر آپؑ کی صحبت میں رہے گا وہ زندہ خدا کی زندہ تجلّیات کو ضرور بالضرور مشاہدہ کرے گا اور اس کا دل خدا تعالیٰ کی معرفت کے زندہ یقین سے لبریز ہو جائیگا چنانچہ آپؑ نے فرمایا:۔

(۱) "جو لوگ صدق دل اور اخلاص کے ساتھ، صحتِ نیّت اور پاک ارادہ اور سچی تلاش کے ساتھ ایک مدّت تک ہماری صحبت میں رہیں تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی تجلّیات کی چمکار سے ان کی اندرونی تاریکیوں کو دُور کر دے گا اور اُنہیں ایک نئی معرفت اور نیا یقین خدا پر پیدا ہو گا اور یہی وہ ذریعے ہیں جو انسان کو گناہ کے زہر کے اثر سے بچا لیتے ہیں اور اس کے لئے تریاقی قوت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وہ خدمت ہے جو ہمارے سپرد ہوئی ہے اور اسی ایک ضرورت کو میں پورا کرنا چاہتا ہوں۔ جو انسان اس زنجیر اور قید سے جو گناہ کی زنجیر اور قید

ہے نجات پانے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اُسے اِسی طریق پر نجات ملے گی۔ پس اگر کوئی قصّے کہانیوں کو ہاتھ سے پھینک کر اور ان وہمی حیلوں اور خیالی ذریعوں کو چھوڑ کر کہ کسی کی خودکشی بھی گناہ سے بچا سکتی ہے صدق اور اخلاص سے یہاں رہے گا وہ خدا کو دیکھ لے گا اور خدا کو دیکھ لینا ہی گناہ پر موت وارد کرتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰، ۲۱)

(۲) "گناہوں سے بچنے کا سچا طریق جو مجھے بتایا گیا ہے اور جس کو کُل انبیاء کی پاک جماعت نے اپنے اپنے وقت پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ انسانی جذبات پر انسان کو اسی وقت فتح مل سکتی ہے اور شیطان اور اس کی ذرّیت کی شکست کا وہی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے دل پر ایک درخشاں یقین نازل ہو کہ خدا ہے۔ اور اُس کی پاک صفات کے صریح خلاف ہے کہ کوئی گناہ کرے، گناہ گاروں پر اُس کا غضب بھڑکتا ہے اور پاکبازوں کو اُس کا فضل ہر بلا سے نجات دیتا ہے۔ اور یہ معرفت اور یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اُن لوگوں کے پاس ایک عرصہ تک نہ رہیں جو خدا تعالیٰ سے شدید تعلق رکھتے ہیں اور خدا سے لے کر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ بس یہی ہماری غرض ہے جو لے کر ہم دنیا میں آئے ہیں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۱)

اپنی اِس دلی تڑپ اور والہانہ جدّوجہد کے ذریعہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی بعثت کی اِس غرض کو جو بھٹکے ہوئے اور برگشتہ لوگوں کو خدا شناسی کے وصف سے بہرہ ور کرنے، انہیں خدائے واحد کی سچی معرفت عطا کرنے اور اُس کا والہ و شیدا بنانے سے متعلق تھی اِس شان سے پورا کیا کہ اپنے اور پرائے سب عش عش کر اُٹھے۔ آپ نے بتوفیق و تائیدِ الٰہی اپنی خداداد قوتِ قدسی کی مدد سے اُن تمام لوگوں کو جو آپ کی صحبت میں آکر رہے اور جنہیں آپ کے وجود میں خدائی انوار و برکات اور پیہم تجلّیات کے غیر معمولی ظہور کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا، خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ اور کامل یقین نیز اُس کی ذات اور غیر محدود ازلی ابدی صفات کی سچی معرفت سے ایسا مالامال کیا کہ اس کامل اور زندہ یقین اور سچی معرفت کی برکت سے اُن کے اپنے وجود خدا نما بن گئے۔ وہ زمین پر رہتے ہوئے عالَم بالا کی مخلوق نظر آنے لگے اور آسمان کے ستاروں کی طرح روشن ہو کر کرۂ ارض پر نور برسانے لگے۔ پہلے وہ سنگریزوں کی طرح تھے اور اب ہیروں کی طرح چمکنے اور گرد و پیش کو منوّر کرنے لگے۔ اُن کی ہستی پر ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب آیا کہ جس نے انہیں یکسر بدل کر رکھ دیا۔ وہ ہمہ تن خدا ہی کے ہو گئے اور انہوں نے اسی کو اپنا منتہائے مقصود و مطلوب بنا لیا۔ انہیں مسیحِ پاک علیہ السلام کے ہاتھوں وصالِ ذاتِ ذوالجلال کا ایک

ایسا شیریں جام ملا اور اس کے فیضِ بے پایاں کے نتیجے میں وہ عرفانِ الٰہی کے اُس نقطۂ انتہا تک پہنچے کہ وہ حیاتِ ابدی اور راحتِ دائمی کے وارث قرار پائے اور جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ پا کر وہ اُسی کی یاد میں مگن اور اُسی کی محبت اور عشق میں مست و سرشار رہنے لگے۔ شدید سے شدید مخالف بھی جب مسیح پاک علیہ السلام کو ایک نظر دیکھ لیتا تھا تو اُن کا دل ایک زبردست مقناطیسی کشش کے ماتحت آپ کی طرف کھینچا جاتا تھا اور دم کے دم میں اس کی ایسی کایا پلٹتی تھی کہ وہ یکسر خدا ہی کے لئے ہو کر آپ کے دروازے پر دھونی رما لیتا تھا۔ آپ کے ذریعہ جو عظیم الشان انقلاب رونما ہوا اور وہ جو خدا کے منکر اور دہریہ تھے اُس کے والہ و شیدا ہو کر اُسی کے عشق و محبت میں ہر آن مست و سرشار رہنے لگے تو یہ ناقابلِ یقین اور محیر العقول نظارہ دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی حتیٰ کہ وہ اہلِ علم جو دور بیٹھے یہ سب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے آپؑ کی وفات پر یک زبان ہو کر پکار اُٹھے :-

(۱) "مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح، اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت و رہنمائی مُردہ دلوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔"

(شمس العلماء سیّد ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیبِ نسواں ۔ تاثراتِ قادیان صفحہ ۱۲۷)

(۲) "وہ شخص بہت بڑا شخص ــــ جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس (۳۰) برس تک زلزلہ اور طوفان رہا، جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا ــــ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا . . . . .

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اِس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے اسے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو، ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب کر کے دکھا جاتے ہیں۔" (مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر "وکیل" امرتسر بحوالہ تاثراتِ قادیان صفحہ ۱۲)

آپؑ کی وفات کے پانچ سال بعد جب محمد اسلم نامی جرنلسٹ قادیان آئے تو زندہ خدا پر زندہ ایمان اور اس کی ذاتِ والا صفات کے عرفان اور اُس کی کیفیات کو دیکھ کر وہ بھی مبہوت ہوئے بغیر نہ رہے اور بالآخر پکار اُٹھے :-

"جو کچھ میں نے قادیان میں جاکر دیکھا وہ خالص اور بے ریا توحید پرستی تھی۔ اور جس طرف نظر اُٹھتی تھی قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا۔"

(بدر ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء)

اِس کے بھی تین سال بعد جب مسٹر ایچ۔ اے۔ والٹر ایم۔ اے نے قادیان آکر اِس انقلاب کی ایک جھلک خود اپنی آنکھوں سے دیکھی تو اُنہوں نے بھی مسٹر محمد اسلم جرنلسٹ کے بیان کی تائید کی اور اس کے بعد آج تک جتنے بھی غیر از جماعت اکابرین مرکزِ احمدیت میں آئے ہیں وہ توحید پرستی اور عشقِ الٰہی کے انقلاب کی گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔

الغرض یہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک محیّر العقول کارنامہ اور عظیم الشّان معجزہ ہے کہ آپؑ نے ایک ایسے زمانہ میں جبکہ دنیا میں دہریت کی ایک عام رَو چلی ہوئی تھی نہ صرف عقلی دلائل سے بلکہ تازہ بتازہ نشانوں اور اپنے وجود میں انوارِ الٰہی کی نمایاں تجلیات کے ذریعہ لوگوں کو زندہ خدا پر زندہ ایمان کی دولت عطا کی اور ان میں عشقِ الٰہی کی وہ آگ روشن کر دکھائی کہ جو بُجھائے بھی نہ بُجھ سکتی تھی اور نہ فی الحقیقت وہ بُجھی۔ یہ عظیم الشّان معجزہ اِس لئے ظاہر ہوا کہ آپ خود انوار و صفاتِ الٰہی کے مظہر تھے۔ جو بھی آپؑ کی زیارت سے مشرّف ہوتا تھا اُس کا دل گواہی دے اُٹھتا تھا کہ یہ صادق کا چہرہ ہے کاذب کا نہیں کیونکہ اِسمیں خدا تعالےٰ کا نور جھلک رہا ہے۔ آپؑ نے اپنے صحابہ کو صرف زندہ خدا پر زندہ ایمان سے ہی بہرہ ور نہیں کیا بلکہ خود اپنی ہی طرح انہیں بھی علیٰ قدرِ مراتب مظہر انوار و تجلّیاتِ الٰہیہ بنا دیا اور وہ بھی اپنی پیشانی کے نور اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ایک دنیا کو خدا تک پہنچانے کا وسیلہ بنے۔

آج ہمارے لئے جو انہی قدسی صفات صحابہ کی اولاد اور جانشین ہیں۔ یہ امر بنیادی اہمیّت کا حامل ہے کہ ہم بھی زندہ خدا پر زندہ ایمان ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ محبت و عشق کا تعلق قائم کر کے اپنے وجودوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپؑ کے صحابہ کی اتّباع میں انوار و تجلّیاتِ الٰہیہ کا مظہر بنائیں تاکہ ہم بھی مشرق و مغرب میں بسنے والی اقوام کو خدا سے واصل کرنے اور انہیں اس کا دالہ و شیدا بنانے کا وسیلہ ٹھہریں اور تا وہ غرض جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو دنیا میں بھیجا ہے یہ تمام و کمال پوری ہو کر رُوئے زمین کے تمام انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا جمع کرے۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء ہم تیری توحید اور تیرے تقدس وجلال کا واسطہ دے کر تیری جناب میں اپنی یہ التجا پیش کرتے ہیں کہ تو ایسا ہی کر۔ آمین یا ارحم الراحمین +

اللہ تعالیٰ کا حُسن وجمال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اللہ جلّشانہٗ کا حُسن اُس کی ذات اور صفات کی خوبیاں ہیں۔ اور خوبیاں یہ ہیں کہ وہ خیرِ محض ہے اور مبدا ہے جمیع فیضوں اور مصدر ہے تمام خیرات کا اور جامع ہے تمام کمالات کا، اور مرجع ہے ہر ایک امر کا، اور موجد ہے تمام وجودوں کا، اور علّت العلل ہے ہر ایک مؤثر کا، جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہر یک وقت اُسکے قبضہ میں ہے۔ اور واحد لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور اپنے تمام کمالوں میں۔ اور ازلی ابدی ہے اپنے جمیع صفاتِ کاملہ کے ساتھ۔ بڑا ہی نیک اور بڑا ہی رحیم باوجود قدرتِ کاملہ سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں ایک دم کے رجوع میں بخشنے والا۔ بڑا ہی حلیم اور بردبار اور پردہ پوش۔ کروڑہا نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو دیکھنے والا اور پھر جلد نہ پکڑنے والا۔ اگر اُس کا روحانی جمال تمثل کے طور پر ظاہر ہو تو ہر یک دل پروانے کی طرح اُس پر گرے۔ پر اُس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا اور اُنہیں پر ظاہر کیا جو صدق سے اُس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اُس نے ہر یک خوبصورت چیز پر اپنے حُسن کا پرتو ڈالا۔ اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ ستارے جو چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے ہیں، یا خوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں، یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول جو اپنے رنگ اور بُو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، یہ سب درحقیقت ظلّی طور پر اُس حُسنِ لازوال سے ایک ذرّہ کے موافق حصّہ لیتے ہیں۔ وہ حُسن ظن اور وہم اور خیال نہیں بلکہ یقینی اور قطعی اور روشن ہے جس کے تصوّر سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اور پاک دل اُس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۸۲-۱۸۳)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں

یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو

اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی بنیادی غرض یہ تھی کہ تا لوگ زندہ خدا پر زندہ ایمان سے بہرہ ور ہوں، انہیں اُس کی ذات اور صفات کی سچی معرفت حاصل ہو، وہ اُسی کے آستانہ پر جھکیں، اور اپنی محبت کو اُسی کے ساتھ خاص کر کے بس اُسی کے ہو رہیں۔ اس غرض کی بااحسن وجوہ تکمیل کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی قدرت و جلال کے تازہ بتازہ آسمانی نشان دکھانے کے ساتھ ساتھ مواعظِ حسنہ کی شکل میں خدا تعالیٰ کی معرفت کا جو شیریں اور لذیذ جام اپنے متبعین کو پلایا اور جس کی مسحور کن کیفیت نے انہیں محبت الٰہی کے نشہ میں سرشار کر کے اُن کی ہستی پر ایک انقلاب وارد کر دکھایا اُسی جام کے چند جرعے ہم ذیل میں ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ شرابِ معرفت کے یہ وہ کیف آور جرعے ہیں جن میں حضورؑ نے اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں اور لا انتہا طاقتوں کو ذہن نشین کرانے کے بعد اُسی کا ہو رہنے اور دل و جان سے اُس پر فدا ہونے کی نہایت پُر اثر انداز میں تلقین فرمائی ہے۔ (ادارہ)

"کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ

دشمن جو اُن کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا اُن کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک گنہگار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہؤا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ اُن کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن اُن پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو اُن کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے اُن کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں اُن کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اُس پر ایمان لائے، ہم نے اُس کو شناخت کیا۔

تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی، جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے، جس نے مجھے اِس زمانہ کے لئے مسیح موعود کرکے بھیجا، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اُس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی، ہم نے اُسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وہی خدا ہے، اُس کے سوا کوئی نہیں۔

کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا، کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اُس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وہی جو اُس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مُہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں اُن کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں نہ سُجاکھے، وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اُس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اُس کو کمزور سمجھتے ہیں سو اُن سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ اُن کی حالت ہے۔ لیکن جب تُو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دُعا منظور ہوگی اور تُو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رؤیت سے ہے نہ بطور قصّہ کے۔ اُس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اُس کے نزدیک قانونِ قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان تُو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تُو اُس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا۔ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اُس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو

اُس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔

کیا بدبخت ہے وہ انسان جس کو اَب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اُس چشمہ کی طرف دَوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اِس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دَف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خُدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھُلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ سو تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اُس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔

غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلّی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی اور جیسے گِدھ اور کُتّے مُردار کھاتے ہیں اُنہوں نے مُردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دُور جا پڑے انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوّت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی رُوح اُن میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلہ سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ اُن کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُن کے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دیئے ہیں پس تم اس جذام سے ڈرو۔ مَیں تمہیں حدِ اعتدال تک رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نِرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیّا کرتا ہے۔ اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اُس کے اذن سے۔ ایک مُردہ اِس پر ہنسی کرے گا مگر کاش اگر وہ مر جاتا تو اِس ہنسی سے اُس کے لئے بہتر تھا۔ خبردار!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر اُن کی رِیس مت کرو کہ اُنہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے آؤ ہم بھی انہیں

کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اُس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ اُن کا خدا کیا چیز ہے؟ صرف ایک عاجز انسان۔ اِس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے ہیں۔ مَیں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ رکھا ہے۔

چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا یہ صحیح یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔ تم راستباز اُس وقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت، ہر ایک مشکل کے وقت قبل اِس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب رُوح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ مُنہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے اُن کے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ ایک دفعہ گریں گی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اِسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اُس سے مدد نہیں مانگو گے اور اُس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔

یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اِس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دُنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اِس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا اور دُنیا کی مستیوں اور لذّتوں سے دل لگاتا ہے اور دُنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اُس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رُو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنّم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور کبھی اِس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دُنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔ مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا۔ کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے۔ پس جبکہ اُس حیّ و قیّوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں بلکہ لاپرواہ ہیں اور اُس سے مُنہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی اُن کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو اُس انسان کو جو اِس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔

اِسی طرح تمہیں چاہیئے کہ اِس دُنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور اُن کو عزت کی نگاہ سے مت

دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔ سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں سکھلایا ہے۔ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اِس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو؟ کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں؟ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں؟ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ تم رُوح کے وسیلہ سے اُن پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے۔ تم سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ جو خود مُردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔ وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھاوے گا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے۔ پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو۔ جن کی رُوحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں۔ جن کو خود تسلی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلی دے سکتے ہیں۔ مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے، پہلے صدق وصفا ضروری ہے، پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔

یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور رُوح القدس اب اُتر نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اُتر چکا۔ اور مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر رُوح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ اِن میں داخل ہو۔ تم اِس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اِس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اُٹھ اور اس کھڑکی کو کھول دے تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا۔ جبکہ خدا نے دنیا کے فیضوں کی راہیں اِس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں تو کیا تمہارا ظنّ ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جن کی اِس وقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورۃ فاتحہ میں سکھلائی گئی گزشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں اُن کے لینے سے انکار کرتے ہو۔ اِس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا۔ اِس دودھ کے لئے تم بچہ کی طرح رونا شروع کرو کہ دودھ پستان سے خود بخود اُتر آئے گا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اِس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے، ہم اِس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔ یہی ہے جو خدا نے فرمایا وَ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا یعنی اے بدو! اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنم کی آگ پر گزر نہ کرے مگر وہ جو خدا

خدا کے لئے اس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفس امّارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔

پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرّہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو!" (کشتی نوح)

اللہ تعالیٰ کا احسان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اُس محبوبِ حقیقی کے احسانات جو انسان پر ہیں وہ دفتروں میں سما نہیں سکتے کیونکہ اُس کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ گناہ پر گناہ دیکھتا ہے اور احسان پر احسان کرتا ہے اور خطا پر خطا پاتا ہے اور نعمت پر نعمت دیتا ہے۔ درحقیقت نہ زید ہم سے کچھ بھلائی کرسکتا ہے اور نہ بکر، نہ آفتاب اپنی روشنی سے ہم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ ماہتاب اپنے نور سے ہم کو کوئی نفع دے سکتا ہے، نہ ستارے ہمارے کام آسکتے ہیں نہ اُن کی تاثیر کچھ چیز ہے، ایسے ہی نہ دوست کام آسکتا ہے نہ فرزند، غرض کوئی چیز بھی ہمیں آرام نہیں پہنچا سکتی جب تک وہ ارادہ نہ فرماوے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ہزارہا اور بے شمار طریقوں سے جو ہماری حاجات پوری ہوتی ہیں درحقیقت یہ فضل اسی منعم حقیقی کی طرف سے ہے۔ پس اُس کے انعامات کو کون گن سکتا ہے۔ اگر ہم انصاف سے بولیں تو ہمیں یہ شہادت دینی پڑے گی کہ کسی نے ہم سے ایسا پیار نہیں جیسا کہ اُس نے"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۸۴)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَحِيْدٌ فَرِيْدٌ مَا دَنَاهُ التَّكَثُّرُ

یگانہ و یکتا ہے کثرت اسکے قریب نہیں جا سکتی

سَقَانِيْ مِنَ الْاَسْرَارِ كَاْسًا رَوِيَّةً   وَاِنْ كُنْتُ مِنْ قَبْلِ الْهُدٰى لَا اَعْثِرُ

اُس (خدا تعالیٰ) نے مجھے اسرار کے سیراب کرنیوالے پیالے پلائے ہرچند کہ میں اس کی رہنمائی سے قبل کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

غَيُوْرٌ يُبِيْدُ الْمُجْرِمِيْنَ بِسُخْطِهٖ   غَفُوْرٌ يُّنَجِّي التَّائِبِيْنَ وَيَغْفِرُ

ایسا غیرت مند ہے کہ اپنے غضب سے مجرموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ ایسا بخشنہار ہے کہ توبہ کرنے والوں کو بخش کر نجات دیتا ہے۔

وَحِيْدٌ فَرِيْدٌ لَا شَرِيْكَ لِذَاتِهٖ   قَوِيٌّ عَلِيٌّ مُسْتَعَانٌ مُقَدِّرُ

یگانہ ہے، یکتا ہے اور اپنی ذات میں لاشریک ہے۔ قوی ہے بڑی شان والا ہے اس سے مدد طلب کی جاتی ہے اور تقدیر کا مالک ہے

لَهُ الْمُلْكُ وَالْمَلَكُوْتُ وَالْمَجْدُ كُلُّهٗ   وَكُلٌّ لَّهٗ مَا بَانَ فِيْنَا وَيَظْهَرُ

ملک بھی اُسی کا ہے اور بادشاہی اور بزرگی بھی اُسی کو حاصل ہے۔ اور جو کچھ بھی ہم میں ظاہر ہو رہا ہے سب اُسی کا ہے۔

وَدُوْدٌ يُحِبُّ الطَّائِعِيْنَ تَرَحُّمًا   مَلِيْكٌ فَيُزْعِجُ ذِيْ شِقَاقٍ وَيَحْصِرُ

مہربان خدا ہے، فرمانبرداروں سے رحمت سے پیار کرتا ہے۔ بادشاہ ہے دشمنوں کی بیخ کنی کرتا اور قید کر لیتا ہے۔

يُحِيْطُ بِكَيْدِ الْكَائِدِيْنَ بِعِلْمِهٖ   فَيُهْلِكُ مَنْ هُوَ فَاسِقٌ وَمُزَوِّرُ

اپنے علم سے مکاروں کے مکر کا احاطہ کرتا ہے۔ اور جو فاسق اور مکار ہو اُسے ہلاک کرتا ہے۔

وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَا كُفُوَ لَّهٗ   وَحِيْدٌ فَرِيْدٌ مَا دَنَاهُ التَّكَثُّرُ

اور نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کا کفو ہے۔ یگانہ و یکتا ہے، کثرت اُس کے قریب نہیں جا سکتی۔

(کرامات الصادقین)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لم یزل لایزال فرد و بصیرؔ

ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا یگانہ و باخبر ہے!

ہردم از کاخِ عالم آواز یست — کہ یکیش بانی و بنا ساز یست

یہ نظامِ عالم اِس بات کی گواہی دے رہا ہے — کہ اِس جہان کا کوئی بانی اور صانع ضرور ہے

نہ کس او را شریک و انباز یست — نے بکارش دخیل و ہمراز یست

نہ کوئی اُس کا شریک ہے نہ ساجھی — نہ اسکے کام میں کوئی دخیل ہے اور نہ کوئی اس کا ہمراز ہے

ایں جہاں را عمارت انداز یست — وازجہاں برتراست و ممتاز یست

وہ اس جہان کو بنانے والا ہے۔ — مگر خود جہان سے بالاتر اور ممتاز ہے۔

وحدہٗ لاشریک حیّ و قدیر — لم یزل لایزال فرد و بصیر

وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ زندہ اور قادر ہے — ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ یگانہ اور باخبر ہے۔

کارسازِ جہان و پاک و قدیم — خالق و رازق و کریم و رحیم

جہان کا کارساز پاک اور قدیم ہے۔ — پیدا کرنے والا، روزی پہنچانے والا، مہربان اور رحیم ہے

رہنما و معلّمِ رہِ دین — ہادی و ملہمِ علومِ یقین

وہ ہمارا رہنما اور معلّمِ دین ہے۔ — وہ ہمارا ہادی ہے اور ہمیں یقینی علوم دینے والا ہے

متّصف باہمہ صفاتِ کمال — برتر از احتیاجِ آل و عیال

تمام صفاتِ کاملہ سے آراستہ — آل اور اولاد کی ضرورت سے بے نیاز ہے۔

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اوّل)

قرآن مجید میں مذکور صفات الٰہی اور ان کے اقسام

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کی غیر محدود ازلی ابدی صفات میں سے قرآن مجید میں جو صفات بیان ہوئی ہیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دیباچہ تفسیر القرآن (انگریزی) میں ان میں سے ایک سو چار صفات درج فرمانے کے بعد ان صفات اور ان کے ظہور پر بہت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے اور اس جہت سے بھی قرآن مجید کی فضیلت کو بڑی عمدگی سے واضح فرمایا ہے۔ نیز حضور نے ان اصولوں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کے تحت یہ صفات ظہور میں آتی اور اپنا کام کرتی ہیں۔ افادۂ عام کی غرض سے دیباچہ کا یہ حصہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

"صفات الٰہی موٹے طور پر تین حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔ **اوّل** وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مخلوق کا ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ مثلاً **الحیّ** زندہ رہنے والا ہے، **القادر** قدرت اور اختیار رکھنے والا ہے، **الماجد** بزرگی رکھنے والا وغیرہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی صفات وہ ہیں جو مخلوق کی پیدائش کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور خدا تعالیٰ کے سلوک اور اس کے نسبتی تعلق پر دلالت کرتی ہیں مثلاً **الخالق**، **المالک** وغیرہ وغیرہ۔ تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جو بالارادہ ہستیوں کے اچھے اور برے اعمال کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوتی ہیں مثلاً رحیم ہے، **مٰلک یوم الدّین** ہے، **عفوٌّ** ہے، **رؤفٌ** ہے وغیرہ وغیرہ۔

بعض صفات بظاہر مکرّر نظر آتی ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر ایک لطیف فرق ہے۔ مثلاً پیدائش کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کئی صفات بیان ہوئی ہیں جیسے **خالق کلّ شیءٍ**، **البدیع**، **الفاطر**، **الخالق**، **الباریٔ**، **المعید**، **المصوّر**، **الربّ**۔ یہ صفات بظاہر ملتی جلتی نظر آتی ہیں لیکن درحقیقت یہ مختلف ممتاز معنوں پر دلالت کرتی ہیں۔ خالق کلّ شیءٍ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ روح اور مادہ کا بھی پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس طرح کہ بعض قومیں خدا تعالیٰ کو صرف جوڑنے جاڑنے کا موجب سمجھتی ہیں بسیط مادے کا خالق نہیں سمجھتیں۔ ان کا خیال ہے کہ مادہ اور روح بھی خدا تعالیٰ کی طرح ازلی اور انادی ہیں۔ اگر خالی لفظِ خالق ہوتا تو ایسے لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم بھی خدا تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں مگر ہمارے نزدیک خالق کے معنے یہ ہیں کہ وہ ان چیزوں کو جوڑ جاڑ کر ایک نئی شکل دے دیتا ہے۔ ان لوگوں کو اسی

تاویل کی وجہ سے قرآن کریم کا حقیقی منشاء واضح اور روشن طور پر ثابت نہ ہو سکتا۔ پس خالق کلّ شیءٍ کی صفت نے محض خلق کی صفت سے ایک زائد مضمون بیان کیا ہے۔ **بدیع** کا مفہوم یہ ہے کہ نظامِ عالم کا ڈیزائن اور نقشہ خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ گویا یہ اتفاقی نہیں یا موجودات میں سے کسی کی نقل نہیں۔ **فطر** کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو پھاڑ کر اس میں سے مادہ کو نکالنا۔ پس **فاطر** کی صفت سے اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مادہ پیدا کیا اس کے اندر اس نے مخفی ارتقاء کی طاقتیں رکھیں اور اپنے وقت پر وہ پردے جو اُن طاقتوں کو دبائے ہوئے تھے اُن کو اُس نے پھاڑ دیا جیسے بیج کے اندر درخت یا پودہ بننے کی خاصیت ہوتی ہے مگر وہ ایک خاص حالت کا منتظر رہتا ہے، اُسی وقت اور اُسی موسم میں وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ غرض **فاطر** کے لفظ نے بتا دیا کہ خدا تعالیٰ نے سب کچھ یکدم نہیں کر دیا بلکہ دنیا کو ایک قانون کے مطابق پیدا کیا ہے۔ ہر اک درجہ کے متعلق ایک قانون کام کر رہا ہے۔ ایک اندرونی تیاری دنیا میں ہوتی رہتی ہے اور ایک خاص وقت پر جا کر بعض مخفی طاقتیں اپنے آپ کو ظاہر کر دیتی ہیں اور ایک نئی چیز بننے لگ جاتی ہے۔

خالق کے معنی وہ بھی ہیں جو خالق کلّ شیءٍ میں بیان ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ ایک اور معنے بھی **خالق** کے ہیں اور وہ تجویز کرنے والے کے ہیں۔ پس **خالق** کے معنی یہ ہیں کہ مختلف چیزوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھنا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ اِس دنیا کو ایک خاص نظام کے ماتحت خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور اس پر خالق کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ **بارئ** کا لفظ اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے مختلف ظہور شروع کرتا ہے اور پھر ایک ایسا قانون مقرر کر دیتا ہے کہ وہ چیز اپنی نسل کی تکرار کرتی چلی جاتی ہے اور اس پر خدا تعالےٰ کا نام **المعید** دلالت کرتا ہے۔ **المصوّر** کا لفظ اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر چیز کو ایک خاص شکل خدا تعالےٰ نے دی ہے جو اس کے مناسبِ حال ہے۔ صرف کسی چیز کے اندر کسی خاصیت کا پیدا کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اسے مناسبِ حال شکل دینا بھی ضروری ہوتا ہے اِس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اِسی طرح کسی چیز کا محض پیدا ہو جانا کافی نہیں بلکہ اس کا ایسی شکل میں پیدا ہونا کہ وہ اپنے کام کو سر انجام دے سکے یہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ پس اِس صفت کے اظہار کیلئے خدا تعالیٰ کا ایک نام **المصوّر** ہے۔ **الربّ** کی صفت ان معنوں پر دلالت کرتی ہے کہ پیدا کرنے کے بعد اس کی طاقتوں کو تدریجی طور پر بڑھاتے چلے جانا اور کمال تک پہنچانا۔ ظاہر ہے کہ پہلی صفات اِس مضمون کو ادا نہیں کرتیں۔ اِسی طرح اور کئی صفات ہیں جو بظاہر مکرر نظر آتی ہیں مگر درحقیقت اُن کے اندر باریک فرق ہے اور اِس فرق کے سمجھ لینے کے بعد وہ روحانی نظام جس کو قرآن کریم پیش کرتا ہے نہایت ہی شاندار اور خوبصورت طور پر انسان کی آنکھوں کے آگے آجاتا ہے۔

یہ صفات جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں انجیل میں تو ان کا بہت ہی کم ذکر ہے۔ تورات اور دوسرے انبیاء کے صُحف میں فرداً فرداً یہ ساری صفات بیان نہیں ہوئیں۔ ہاں بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی کتابوں کو جمع کیا جائے تو پھر

ان میں سے بہت سی صفات کا ذکر ان میں آجاتا ہے مگر ساری کا پھر بھی ذکر نہیں۔ درحقیقت مسلمانوں میں یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے (99) نام ہیں یہ عقیدہ ان یہودی روایات سے ہی وابستہ ہے جو انہوں نے تورات سے صفاتِ الٰہیہ اخذ کر کے بنائی ہیں ورنہ قرآن کریم میں ننانوے سے بہت زیادہ نام مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک سو چار نام تو میں نے اُوپر درج کر دیئے ہیں اور ابھی بہت سے باقی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جن کا انسان کے ساتھ تعلق ہی نہیں اُن کے قرآن کریم میں بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا اور یقیناً وہ قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئیں۔ پس کسی خاص تعداد میں خدا تعالیٰ کے ناموں کو محدود کرنا درست نہیں۔ اور اگر اسلامی لٹریچر میں اِس قسم کا کوئی ذکر پایا جاتا ہے تو وہ صرف یہودی دعوے کے تقابل کے لئے ہے حقیقت محض کے اظہار کے لئے نہیں۔ ویدوں کو بھی مَیں نے دیکھا ہے اُن میں بھی بہت کم صفات خدا تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں اور یہی حال ژندا وستا کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ قرآن کریم کامل کتاب ہے اور روحانیت کی تکمیل کے لئے آخری زینہ ہے اِس لئے اس میں وہ صفات بھی آگئی ہیں جو پہلی کتابوں نے بیان کیں اور ان کے علاوہ کئی زائد صفات بھی اس میں بیان کی گئی ہیں۔

بعض لوگوں کو اِن صفات کے دیکھنے سے یہ شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض متضاد صفات بھی ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ رحم کرنے والا بھی ہے اور سزا دینے والا بھی ہے، خدا تعالیٰ غنی بھی ہے اور پھر وہ پیدا بھی کرتا ہے اور بنی نوع انسان کی طرف ہدایت بھیجتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے ان چیزوں کے وجود میں لانے کی خواہش ہے۔ عام طور پر ایسے دماغوں میں یہ سوالات پیدا ہوا کرتے ہیں جنہوں نے فلسفہ پر ادھورا غور کیا ہوتا ہے۔ وہ اِس حقیقت کو نہیں جانتے کہ دنیا کا سارا حُسن تو اس کے بظاہر نظر آنے والے اختلاف میں ہی پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ اِس امر پر غور نہیں کرتے کہ مختلف چیزیں اپنا الگ الگ دائرہ رکھتی ہیں یا زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک کڑی کے ختم ہونے پر دوسری کڑی شروع ہوتی ہے۔ بے شک خدا تعالیٰ سزا بھی دیتا ہے لیکن سزا دینے کے لئے اُس نے کچھ قوانین مقرر کئے ہیں جب وہ قوانین چاہتے ہیں تو وہ سزا دیتا ہے۔ اور جب عفو کے متعلق اس کے مقرر کئے ہوئے قوانین کا تقاضا بڑھ جاتا ہے تو وہ عفو کرتا ہے اور ایک ہی وقت میں کسی انسان کے لئے اس کی سزا کی صفت جاری ہو رہی ہوتی ہے اور کسی انسان کے لئے اس کی بخشش کی صفت جاری ہو رہی ہوتی ہے۔ کسی انسان کے لئے اس کی پیدا کرنے کی صفت جاری ہو رہی ہوتی ہے اور کسی انسان کے لئے اُس کے مارنے کی صفت جاری ہو رہی ہوتی ہے۔ مَیں ابھی چھوٹا تھا کہ آریہ سماج کے ایک لیڈر نے مجھ سے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ کو قرآن کریم میں رب العلمین کہا گیا ہے پھر وہ مارتا کیوں ہے حالانکہ ربّ العٰلمین کے تو معنے ہیں پیدا کر کے تکمیل تک پہنچانا۔ یہ اعتراض محض سطحی تھا۔ ربّ العالمین کے یہ تو معنی نہیں کہ اس کو مارے نہیں۔ قرآن کریم میں ربّ العالم نہیں کہا گیا بلکہ ربّ العالمین کہا گیا ہے اور جب ایک چیز ایک طرف سے دوسری طرف کو منتقل ہو جاتی ہے تو ربوبیت کی صفت ایک دوسرے رنگ میں

میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ غرض جو چیز موجود ہے وہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت سے فائدہ اُٹھا رہی ہے اور جو چیز موجود نہیں وہ عالم ہے ہی نہیں اُس کے متعلق سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات دو قانونوں کے ماتحت چلتی ہیں۔ وہ صفات جو بنی نوع انسان سے تعلق رکھتی ہیں ان کے باہمی تعاون کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو قانون قرآن شریف میں پیش کئے ہیں۔ ایک قانون کا ذکر رَحْمَتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف ع۱۹ آیت ۱۵۷) کی آیت میں آتا ہے یعنی میری رحمت ہر چیز پر غالب ہے۔ دوسری صفت قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (نوح آیت ۱۴) تمہیں کیا ہو گیا کہ تم خدا تعالیٰ کے متعلق یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ اپنے کاموں میں حکمت کو مدنظر رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں ایک نام حکیم بھی ہے جو اس مفہوم کے ساتھ ملتے جلتے مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ ان دو صفات سے ظاہر ہے کہ ہر صفت جو خدا تعالیٰ کی ظاہر ہو گی وہ کسی غرض اور غایت کو پورا کرنے کیلئے ہو گی بلا وجہ نہیں ہو گی۔ دوسرے یہ کہ جہاں بھی سزا اور رحم کے مطالبے ٹکرا جائیں گے رحم کے پہلو کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی اور سزا کے پہلو کو ہمیشہ اس کے ماتحت رکھا جائے گا۔ درحقیقت قرآن کریم کی یہی وہ خوبی ہے جو ایک مومن کے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر دیتی ہے اور یہی وہ اصول ہے جو بندے اور خدا میں محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کو خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کیلئے کسی عقل میں نہ آنے والے کفارہ کے مسئلہ کی ضرورت نہیں نہ اسکو کسی شخص کے صلیب پر لٹک کر مر جانے کے مسئلہ پر ایمان لانے کی حاجت ہے جب وہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے اس گُر کو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت کے ماتحت ہوتا ہے، ہر کام کسی غرض اور غایت کیلئے ہوتا ہے اور ہر کام کسی جائز اور معقول سبب کے لئے ہوتا ہے اور یہ کہ باوجود اسکے جب ایک کمزور انسان کمزوری دکھا جاتا ہے اور اسکے دل میں ندامت اور شرم پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کی محبت اور خدا تعالیٰ کا غفران اُس کو ڈھانک لیتا ہے تو اُس کا دل بیتاب ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور جب ایک مسلمان اس بات کو دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ باوجود خالق اور مالک ہونے کے بندے کے قصوروں کو معاف کرتا اور اسکی غلطیوں سے درگذر کرتا اور اس کی ترقی کے سامان پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور اُس کی سزا دُکھ دینے اور ذلیل کرنے کیلئے نہیں ہوتی بلکہ وہ بندے کی اصلاح اور ترقی کے لئے ہوتی ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا خدا اُس کی توبہ کے قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے، وہ اُس کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے اور توبہ اور ندامت کے بعد گناہوں کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ باوجود عظیم الشان ہونے کے اور نہایت ہی بالا ہستی ہونے کے وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور انسان کے دل میں اس سے ملنے کا جتنا شوق ہے اُس سے کہیں بڑھ کر خدا تعالیٰ کو اُس سے ملنے کا شوق ہے تو انسان کا دل محبت اور پیار سے بھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اُس سے بھی زیادہ شوق سے جس شوق سے ایک بچہ اپنی ماں کی طرف جھکتا ہے! اور خدا تعالیٰ بھی ایسے انسان کی طرف محبت سے جھکتا ہے اُس ماں کی محبت کی نسبت سے بھی زیادہ شدید محبت سے جو اپنے روتے ہوئے بچے کیطرف بھاگتی ہے۔"

ذاتِ باری تعالیٰ

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے)

ابتدائے آفرینش سے ہمیں دنیا میں مذہب کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ مذہب کا سب سے بڑا پیغام بنی نوعِ انسان کے لئے یہی رہا ہے کہ ہمارا ایک خالق و مالک خدا ہے اور وہ ایک ہے کوئی دوسرا اُس کے ساتھ شریک نہیں اور یہ کہ انبیاء و رسل کے ذریعہ وہ دنیا میں اپنی ہدایت نازل کرتا رہتا ہے جو دنیا کی اخلاقی اور روحانی تاریکی کو روشنی میں تبدیل کر دیتی ہے۔

جوں جوں انسان ذہنی ارتقاء کی منازل طے کرتا رہا ذاتِ باری کے تفصیلی تصوّر میں بھی ارتقاء کا سلسلہ جاری رہا۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جو تفاصیل اتاری گئی تھیں وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اذہان کو مطمئن کرنے کے لئے ناکافی تھیں اور انسان زبانِ حال سے وسیع تر معلومات حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا۔ تمام انبیاء اپنے اپنے زمانوں کے ارتقائی مقام و مرتبہ کے نمائندہ اور مظہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں دیدارِ خداوندی کا جوش موجزن ہوا تو آپ نے مخصوص طور پر ایک صفتِ باری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدائی تجلّی کے دیدار کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:-

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی

یعنی اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام پانچ چھ سو سال کے بعد صرف ایک صفت کے ظہور پر مطمئن نظر نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے یوں مناجات کرتے ہیں:-

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ

یعنی اے میرے ربّ مجھے یہ نظارہ دکھا کہ مَیں تجھے تیری تمام صفات کے ساتھ دیکھ لوں۔ یعنی مجھے اپنی تمام صفات کی تجلّی والا نظارہ دکھلا۔ آگے اِس بارہ میں اختلاف ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے وہ نظارہ دیکھا یا کہ نہیں دیکھا۔ لیکن اِس سے اُن کے دل کی آواز کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اب اِس میں ابراہیمی زمانے کی نسبت وسعت

پیدا ہو چکی تھی۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو انسانی ذہن اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی انتہائی تجلّی کا طالب ہو چکا تھا اِس لئے انسانِ کامل پر اللہ تعالیٰ نے کامل ترین تجلّی فرمائی اور اپنی پہلی آواز میں ہی اس کو یہ پیغام دیا :۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔

یعنی اے انسانِ کامل! اب تو اُس خدا کے نام کے ساتھ اِس پیغام کو دُہرا جس نے اِسی مقصد اور اِسی پیغام کی خاطر ہی مخلوق کو پیدا کیا تھا۔ یعنی اب تیرے اِس پیغام کے ذریعہ سے تخلیقِ کائنات کا مقصد پورا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتدا سے ہی اپنے تعلق اور وصال کے لئے پیدا کیا ہے لیکن تیرے زمانے میں یہ تعلق اپنے انتہائی کمال اور عروج کا متقاضی ہے اِس لئے تیرا رب اب تجھ پر ربّ اکرم کی تجلّی ظاہر فرمائے گا۔ تمام انبیاء کا رب، ربِّ کریم تھا کیونکہ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنے روحانی جُود و کرم کی بارشیں برسائیں لیکن تیرے زمانے میں، تجھ پر وہ ربِ اکرم کی صورت میں ظاہر ہوگا اور دنیا اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم ترین تجلّی دیکھے گی جو اُس نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

اگر اللہ تعالیٰ کا وجود ایک حقیقت ہے اور ہمارا یقین ہے کہ یہ حقائق میں سے سب سے بڑی حقیقت ہے تو پھر انسان کا فرض ہے کہ وہ اس کے حقیقی تصوّر اور جملہ تفاصیل سے آگاہ ہونے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنے علم اور عرفان کو ترقی دیوے۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کا کامل تصوّر پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک وہ تصوّر ہے جو فلاسفروں نے پیش کیا ہے۔ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے تصوّر کو بھی مادّیات کا ایک حصّہ بنا دیا ہے :۔

"یہاں تک کہ ان فلاسفروں نے کہا کہ سوال یہ نہیں کہ خدا نے دنیا کو کس طرح پیدا کیا بلکہ یہ ہے کہ انسان نے خدا کو کس طرح پیدا کیا۔ ان کے نزدیک خدا کا سوال انسانی ارتقاء کا نتیجہ ہے اور یہ کہ بے شک خدا کا وجود ایک حقیقت ہے لیکن دماغی ترقی کی وہ انتہائی کڑی ہے اور کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک انسان نے اپنے لئے ایک اچھا نمونہ تلاش کرنا چاہا۔ جب وہ انسانوں میں ایک عمدہ نمونہ تلاش نہ کر سکے تو انہوں نے انسانوں سے باہر ایک ذہنی نقشہ تیار کر لیا۔ پہلی کوشش انسان کی ایسی کامیاب نہ تھی مگر جوں جوں وہ زیادہ غور کرتا گیا زیادہ ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے ایک کامل نقشہ تیار کر لیا۔ اس کا نام خدا ہے اور ہر انسان کا فرض ہے کہ اس کا حکم مانے یعنی

اس کی نقل کرنے کی کوشش کرے۔ بغیر اس کی نقل اُتارنے کے انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔
یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھی خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا بلکہ اس لئے کہ انسان نے آخر کار ایک کامل وجود کو دریافت کر لیا۔
غرض اِن لوگوں نے خدا کو بھی مادّیات کا حصّہ قرار دے لیا ہے۔"

(منقول از خطبہ جمعہ حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الفضل ۴ر مارچ ۱۹۶۴ء)

اِس کے برعکس قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی باریک در باریک اور وراء الوریٰ ہے کہ انسانی دماغ و ذہن کی اس تک خود بخود رسائی نہیں ہو سکتی، ہاں از راہِ ترحم وہ از خود اپنے تئیں انسانی قلب و دماغ پر ظاہر کرتا ہے۔ فرماتا ہے :-

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔

یعنی نظریں اُس تک نہیں پہنچ سکتیں ہاں وہ (از خود) نظروں تک پہنچتا ہے، وہ باریک در باریک ہے لیکن چونکہ انسانی حدبندیوں اور کمزوریوں سے خبردار ہے اِس لئے خود اپنے آپکو اُس پر ظاہر کرتا ہے۔

پس اسلام اُس خدا کو پیش کرتا ہے جو ہمیشہ ہمیش سے از خود اِنّی اَنَا اللّٰہ کا نعرہ بلند کرتا رہا ہے اور اپنی زبردست قدرتوں اور خارق عادت نشانات سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہا ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا :-

يٰمُوْسٰٓى اِنِّىْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

اسی طرح سے فرمایا :-

اِنِّىْٓ اَنَا رَبُّكَ

وہ اپنی ہستی منوانے کے لئے کسی فلاسفر کی عقل و دانش کا محتاج نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہی اپنی قادرانہ تجلّیات سے پہچانا جاتا ہے۔

قرآن کریم سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اُن صفات سے خاص طور پر یاد کیا جاتا تھا جن کا اُس زمان و مکان سے تعلق ہوتا تھا۔ تمام گزشتہ الہامی زبانوں میں اللہ تعالیٰ کے جتنے نام آئے ہیں وہ سب صفاتی نام ہیں۔ مگر قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کا اسم ذات پیش کیا ہے اور وہ ہے اللّٰہ۔

اللّٰہ کے ذاتی طور پر کچھ معنی نہیں۔ ہاں یہ لفظ اُس پاک ذات پر دلالت کرتا ہے جو تمام صفاتِ حسنہ کی جامع ہے۔ بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ یہ لفظ اَلْاِلٰہُ (وہ خاص معبود) سے بگڑ کر "اللّٰہ" بنا ہے غلط

ہے۔ کیونکہ اگر "اللہ" سے پہلے "اَل" تخصیص کا ہوتا اور "اللہ" کے لفظ کا حصہ نہ ہوتا تو حرفِ ندا کے ساتھ اے اللہ کہنے کے لئے یَا اَیُّھَا اللہ آنا چاہیئے تھا مگر یَا اَللہ کہا جاتا ہے اور یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ "اَل" "اللہ" کے لفظ کا حصہ ہے۔ پس "اللہ" اسم ذات ہے جس کے معنی کچھ نہیں۔ یعنی یہ صفاتی نام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی کسی مخصوص صفت کی طرف اشارہ نہیں کرتا بلکہ اس کا ذاتی نام ہے۔

اسی طرح اسلام سے قبل اللہ تعالیٰ کی صفات سمجھانے کے لئے کبھی اُسے "باپ" کہا گیا، کبھی "ماں" سے تشبیہہ دی گئی جس کی وجہ سے ناقص العقل لوگوں نے اس کو انسانی باپ یا ماں کی طرح سے توالد و تناسل کی صفت سے متصف سمجھ لیا اور اس کے بیٹے قرار دیدیئے لیکن اس بارہ میں قرآن کریم فرماتا ہے :-

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ

کہ درحقیقت اس سے حقیقی مشابہت رکھنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

اگر اُسے کسی چیز سے تشبیہہ دی جاتی ہے تو اس کی بعض صفات کو قریب الفہم کرنے کے لئے ورنہ کوئی شے اُس پر قیاس نہیں کی جاسکتی اور نہ وہ کسی دوسری چیز پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً وہ بولتا ہے مگر یہ نہیں کہ بولنے کے لئے اُس کی ہماری طرح سے کوئی زبان ہے۔ وہ سُنتا ہے بغیر کانوں کے، وہ دیکھتا ہے بغیر آنکھوں کے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کو باپ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر باپ جیسی شفقت رکھتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اُس کے اندر توالد و تناسل پایا جاتا ہے جیسے کہ عیسائی صاحبان کو غلطی لگ گئی اور انہوں نے اپنی الہامی کتاب میں خدا تعالیٰ کے لئے "باپ" کا لفظ دیکھ کر اس کا حقیقی بیٹا تجویز کر لیا اور گمراہ ہو گئے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی شفقت کو باپ کی شفقت سے تشبیہہ دیتے ہوئے ذرا مختلف الفاظ استعمال فرمائے ہیں جیسے کہ فرمایا :-

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا

یعنی اللہ تعالیٰ کو کچھ اسی قسم کے جذبات سے یاد کرو جن کے ساتھ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ باپوں والے جذبات سے بڑھ کر شدید جذبات کے ساتھ۔

اسی طرح سے قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے کہ بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتَانِ کہ خدا تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اس سے اُس کی طاقت و قدرت اور جود و سخا کی طرف کنایہ ہے، ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں کہ انسانی ہاتھوں کی طرح اُس کے دو ہاتھ ہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے لئے جو بھی تشبیہات قرآن کریم میں وارد ہوئی ہیں وہ تمام کی تمام لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کی محکم آیت کے تابع ہیں اور اس آیت کے ذریعہ قرآن کریم نے اپنے متبعین کو جادۂ مستقیم پر قائم رکھا ہے۔ اگر اُمت کے بعض افراد نے ایسی کوئی غلطی کھائی ہے تو یہ اُن کی سمجھ کا قصور تھا۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ کے عرش کا ذکر پڑھ کر انہوں نے کوئی ظاہری قسم کا تخت مراد لے لیا ہے تو قرآن کریم

اس کا ذرّہ وار نہیں کیونکہ قرآن کریم نے ابتدا ہی ایک کلیہ قائم فرما دیا تھا کہ یاد رکھو لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اُسے کسی چیز پر قیاس نہ کرنا اور نہ کسی اُور چیز کو اس پر قیاس کرنا۔

پھر قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود صفات کا بالتفصیل ذکر کیا ہے ان میں سے سَو سے بھی زیادہ صفات قرآن کریم میں گنوائی گئی ہیں اور اس کی ذات کا ایک نہایت ہی حسین و جمیل نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا
بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ
مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔ وَسِعَ
كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (البقرہ: ۲۵۶)

اللہ وہ (ذات) ہے جس کے سوا پرستش کا (اور) کوئی مستحق نہیں۔ کامل حیات والا (اپنی ذات میں) قائم (اور سب کو) قائم رکھنے والا نہ اُسے اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند (کا وہ محتاج ہے) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) اُسی کا ہے۔ کون ہے جو اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے حضور سفارش کرے۔ جو کچھ اُن کے سامنے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے وہ (سب ہی کچھ) جانتا ہے اور وہ اُس کی مرضی کے سوا اُس کے علم کے کسی حصہ کو (بھی) پا نہیں سکتے۔ اس کا علم آسمانوں پر (بھی) اور زمین پر (بھی) حاوی ہے اور ان کی حفاظت اُسے تھکاتی نہیں اور وہ بلند شان (رکھنے والا (اور) عظمت والا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے ایک اُور جگہ اللہ تعالیٰ کے حسین چہرہ کے مختلف محاسن کا اس طرح سے نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتا ہے:-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ
اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔
اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ غائب اور حاضر کو جانتا ہے۔ وہی بے انتہا کرم کرنے والا (خدا) ہے (اور وہی) بار بار رحم کرنے والا (خدا) ہے (حق یہ ہے کہ) اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے (خود) پاک ہے (اور دوسروں کو پاک کرتا ہے)۔ (خود) ہر عیب سے سلامت ہے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(الحشر: ۲۵)

(اور دوسروں کو سلامت رکھتا ہے) سب کو امن دینے والا ہے اور سب کا نگران ہے۔ غالب ہے اور سب ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا ہے۔ بڑی شان والا ہے۔ جن چیزوں کو یہ لوگ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے (حق یہی ہے کہ) اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا موجد (بھی) ہے اور ہر چیز کو اس کے مناسب حال صورت دینے والا ہے۔ اسکی بہت سی حسین صفات ہیں آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

الغرض قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے حسین و جمیل چہرہ کا کامل نقشہ کھینچا ہے۔ ایسا کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کھینچا۔ اللہ اور بندے کے تعلقات کی تفاصیل بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے تمام منازلِ سلوک کو کامل طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس طرح بار بار دُہرا دُہرا کر بیان کیا ہے کہ بعض نادانوں نے یہ اعتراض کر دیا ہے کہ خواہ مخواہ تکرار کی ہے حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محاسن کو مختلف پیرایوں میں مختلف دلائل کے ساتھ انسان کے سامنے پیش کرے تا انسان کے دل میں اس کی سچی طلب پیدا ہو اور وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پالے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی صفات کو پیش کرنا قرآن کریم کا اصل مقصد ہے اور باقی تفصیلی بیانات و مواعیظ و حِکَم اس کی ذیلی تشریحات ہیں۔ اسی لئے آیت آیت کے بعد خدا تعالیٰ کی متعلقہ صفات کو پیش کیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی علتِ غائی ہی یہ ہے کہ انسان ان صفات کا حقیقی عرفان حاصل کرے اور انہیں اپنا لے اور انہیں کا رنگ اپنے اُوپر چڑھائے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ :-

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

(البقرہ: ۱۳۹)

یعنی (اے مسلمانو! تم دنیا میں اعلان کر دو کہ ہم تو) اللہ کا رنگ (ہی اختیار کریں گے) اور اللہ تعالیٰ سے بہتر رنگ (اور) کس کا ہو سکتا ہے اور ہم تو اُسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

پھر قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو کچھ اس طرح سے شرک کے خلاف غیر مصالحانہ طریق اختیار کرتے ہوئے پیش کیا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورۃ سورۃ الاخلاص اسی مضمون کے لئے وقف ہے اور اس میں نہایت ہی خوبصورت اور جامع و مانع انداز میں توحیدِ باری کے تمام

پہلو اُجاگر کر دیئے گئے ہیں۔

قرآن کریم اُس وقت آیا جبکہ مُلکِ عرب میں جگہ جگہ بُت رکھے ہوئے تھے اور اُن کو خدا تعالےٰ کا شریک قرار دیا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے آکر اِس شرک کا کامل استیصال کر دیا اور پھر دنیا میں دو ٹوک اعلان کر دیا کہ :-

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ (سبا : ۵۰)

کہدے کہ کامل حق آگیا اور باطل (اب) نہ کوئی نئی صورت شرک کی پیدا کرسکے گا اور نہ کسی ہلاک شدہ چیز کو واپس لا سکے گا۔

قرآن کریم نے ذاتِ باری کے نورانی چہرے کو دنیا پر ظاہر کیا اور ہر زمانے کے لئے اِس نور کی طرف دنیا کو دعوت دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی خلفاء کے سلسلہ کے قائم ہونے کی بشارت دی جو قرآن کریم کی ظِلّیت میں اپنی تازہ وحی اور اپنے زندگی بخش کلمات کے ذریعہ بنی نوعِ انسان کو اِس نور کی طرف کھینچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ۔ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ (المؤمن : ۱۴)

اللہ تعالیٰ اُونچے درجوں والا اور عرش کا مالک ہے۔ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے تاکہ وہ (بندہ) خدا تعالیٰ کی ملاقات کے دن سے لوگوں کو ڈراوے۔

ہمارے اِس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اپنی وحی اور اپنے قرب سے مخصوص کیا اور اُس کے ذریعہ سے اپنی چہرہ نمائی کی اور اُسے مخاطب کرکے فرمایا :-

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ ۔

یعنی اے میرے بندے تیری بعثت کی غرض وغایت یہ ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے ارادہ کیا کہ مَیں پہچانا جاؤں۔

آیئے اب ہم يَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے وعدہ کے مطابق آنے والے اِس عظیم الشان گواہ کے زندگی بخش کلمات کا بھی مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اُس نے کس حسین وجمیل طریق سے اللہ تعالےٰ کے چہرے کو دُنیا پر ظاہر کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"اے سُننے والو سُنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ

تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا، اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانے میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہو گی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دُور ہونے کے اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہلِ کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اُس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اَور بھی ہے اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامدِ حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدأ ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متّصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں اور اُس کے آگے کوئی بات بھی اَنہونی نہیں اور تمام رُوح اور اُن کی طاقتیں اور تمام ذرّات اور اُن کی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اُس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اُس کو اُسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں اُن کو دکھلاتا ہے۔ اُسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے اور اُسی سے اُس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادّہ کے ایک عالَم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اُس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر اُن امور کے جو اُس کی شان کے مخالف ہیں یا اُس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔"

(رسالہ الوصیّت صفحہ ۱۱ تا ۱۳)

اسی طرح حضورؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"کوئی عقلمند اِس سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو خدا کی طرف سے شریعت ہے اس کے قدیم سے وہی

ٹکڑے ہوتے آئے ہیں:۔

۱۔ بڑا اور پہلا ٹکڑہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اُس کی تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ واحد لاشریک مان لیا جائے اور اُس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اِس بات پر ایمان لایا جائے کہ وہ مبدأ ہے تمام فیوض کا اور سرچشمہ ہے تمام ظہورات کا اور خالق ہے ہر ایک وجود کا اور قادر ہے ہر ایک ایسے امر پر جو اُس کی عظمت اور شان اور جلال کے لائق ہے اور اُس کی صفاتِ کاملہ کے منافی نہیں ہے اور اوّل ہے ہر ایک موجود سے اور مرجع ہے تمام کائنات کا اور مستجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا۔ اور پاک ہے اِس سے کہ کسی وقت صفات اُس کی بیکار ہو جائیں یا یہ کسی وقت بیکار تھیں۔ وہ قدیم سے خالق اور قدیم سے رازق اور قدیم سے قادر ہے۔ کسی کو علم نہیں کہ پہلے اُس نے کیا کیا اور آگے کیا کیا کریگا۔ اُس کی قدرتوں پر کوئی محیط نہیں ہوسکتا اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور افعال میں اور اُس کی طرح کوئی بھی کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں۔ اور پاک ہے ہر ایک عیب اور نقص سے۔ اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ برتر اور بلند ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اَور بھی ہے۔ وہ پوشیدہ در پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ ظاہر نہیں۔ وہ اپنے ظہور میں سب سے زیادہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ پوشیدہ نہیں۔

آفتاب میں چمک رہا ہے اور چاند میں اُس کے انوار ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ آفتاب ہے یا چاند ہے بلکہ یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں اور کافر ہے وہ شخص جو اِن کو خدا کہے۔ وہ نہاں در نہاں ہے پھر بھی سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے۔ ہر ایک رُوح کو اُسی سے قوّتیں اور صفات ملی ہیں۔ ہر ایک ذرّہ نے اسی سے خواص پائے ہیں اور اگر وہ صفات اور قوتیں اور طاقتیں چھین لی جائیں تو پھر نہ رُوح کچھ چیز ہے اور نہ ذرّہ کچھ حقیقت رکھتا ہے اِس لئے انسان کی معرفت کا انتہائی نقطہ یہی ہے کہ یہ سب چیزیں اس کے ہاتھ سے نکلی ہیں اور خدا اور رُوحوں میں رشتہ محبّت کا بھی اِسی وجہ سے ہے کہ یہ سب چیزیں اس کے ہاتھ سے نکلی ہوئی ہیں اور اُسی نے اُن کی فطرت میں اپنی محبّت کا نمک چھڑکا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو عشقِ الٰہی محال تھا کیونکہ جانبین میں کوئی تعلق نہ تھا۔ بچّہ ماں سے اِسی وجہ سے محبّت کرتا ہے کہ اُس کے پیٹ سے نکلا ہے اور ماں بھی اِسی وجہ سے اُس سے محبت کرتی ہے کہ وہ اُس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ پس چونکہ ہر ایک رُوح خدا کے ہاتھ سے نکلی ہے اِس لئے اس محبوبِ حقیقی کی طلب میں ہے۔۔۔۔۔۔۔" (حقیقۃ الوحی)

خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک اَور جگہ فرماتے ہیں:۔

"کیا اِس میں شک ہے کہ ایک اعلیٰ ذات تمام طاقتوں والی موجود ہے جس کے ارادہ اور حکم سے

ہم جیتے اور مرتے ہیں اور جس طرف اُس کا ارادہ جھکتا ہے تمام نظام زمین اور آسمان کا اُسی طرف جھک جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ کسی ملک کی حالتِ صحت کسی وقت عمدہ ہو تو ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے پانی اس ملک کا ہر ایک عفونت سے محفوظ رہے اور ہوا میں کوئی تغیر غیر طبعی پیدا نہ ہو اور غذائیں صالح میسر آویں اور دوسرے تمام مخفی اسباب کیا ارضی اور کیا سماوی جو مضرِ صحت ہیں ظہور اور بروز نہ کریں اور اگر وہ کسی مُلک کے لئے وبا اور موت کو چاہتا ہے تو وبا کو پیدا کرنے والے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ تمام ملکوت السموٰات والارض اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک ذرّہ دوا اور غذا اور اجرام اور اجسام کا اُس کی آواز سُنتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ دُنیا کو پیدا کر کے معطّل اور بے اختیار کی طرح الگ ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ اب بھی وہ دُنیا کا خالق ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ چند سال میں ہمارے جسم کے پہلے اجزاء تحلیل پا جاتے ہیں اور دوسرے اجزاء اُن کی جگہ آجاتے ہیں۔ سو یہ سلسلۂ خلق اور آفرینش ہے جو برابر جاری رہتا ہے۔ ایک عالَم فنا پذیر ہوتا ہے اور دوسرا عالَم اُس کی جگہ پکڑتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا خُدا قیّوم العالَم بھی ہے جس کے سہارے سے ہر ایک چیز کی بقا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس نے کسی رُوح اور جسم کو پیدا نہیں کیا یا پیدا کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک موجود محض اُس سے فیض پا کر قائم رہ سکتا ہے اور فیض پا کر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم بغیر اس کے جی نہیں سکتے ایسا ہی بغیر اس کے ہمارا وجود بھی پیدا نہیں ہوُا۔ پس جبکہ وہ ایسا خدا ہے کہ ہماری حیات اور زندگی اُسی کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کے حکم سے ہمارے وجود کے ذرّات ملتے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں تو پھر اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ بغیر اُس کی امداد اور فضل کے ہم محض اپنی تدبیروں پر بھروسہ کر کے جی سکتے ہیں کس قدر فاش غلطی ہے۔ نہیں بلکہ ہماری تدبیریں بھی اُسی کی طرف سے آتی ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں بھی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ بخشتا ہے۔ پانی اور ہوا پر ہمارا تصرف نہیں۔ بہت سے اسباب ہیں جو ہمارے اختیار سے باہر اور صرف قبضۂ قدرت خدائے تعالیٰ میں ہیں جو ہماری صحت یا عدمِ صحت پر بُرا اثر ڈالنے والے ہیں جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ۔ یعنی ہواؤں اور بادلوں کو پھیرنا یہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے اور اس میں عقلمندوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور اُس کے اختیارِ کامل کا پتہ لگتا ہے۔"

(ایام الصلح ۱۲۱ تا ۱۲۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

"پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ اُن کا ایک قادر اور قیّوم اور خالق الکل

خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اُس کا بیٹا۔ وہ دُکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دُور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اُس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔

انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اُس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلّی کے ساتھ اُس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیّر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیّر اور کمال تام رکھتا ہے۔ لیکن انسانی تغیّرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیّر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلّی سے اُس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلّی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اُسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے ...... رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر تم اسی حالت میں اِس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جُدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اُس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اُس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالتِ مرادیابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مُدّت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضاء کا طالب ہو جائے اور اُس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو؟"

(کشتی نوح صفحہ ۲۱ تا ۲۳)

آخر میں ہم ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اشعار پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اِس تذکرہ کو ختم کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

۱۔ حِبٌّ لَنَا فَبِحِبِّهٖ نَتَحَبَّبُ
وَعَنِ الْمَنَازِلِ وَالْمَرَاتِبِ نَرْغَبُ

۲۔ یَتَمَایَلُوْنَ اِلَى النَّعِیْمِ وَاِنَّنَا
مِلْنَا اِلٰی وَجْهٍ یَسُرُّ وَیُطْرِبُ

۳۔ اِنَّا تَعَلَّقْنَا بِنُوْرِ حَبِیْبِنَا
حَتّٰی اسْتَنَارَ لَنَا الَّذِیْ لَا یُحْسَبُ

۴۔ اِنِّیْ اَرَی الدُّنْیَا وَبَلْدَۃَ اَھْلِھَا
جَدَبَتْ وَاَرْضُ وِدَادِنَا لَا تَجْدِبُ

۵۔ ذَھَبَتْ رِیَاسَاتُ الْاُنَاسِ بِمَوْتِھِمْ
وَلَنَا رِیَاسَۃُ خُلَّۃٍ لَا تَذْھَبُ

۶۔ اَقْسَمْتُ اَنِّیْ لَنْ اُفَارِقَہٗ وَلَوْ
مَزَقَتْ اُسُوْدُ جُثَّتِیْ اَوْ اَذْؤُبُ

ترجمہ:۔ ۱۔ یعنی ہمارا ایک محبوب ہے اور ہم اس کی محبت سے لبالب بھرے ہوئے ہیں اور منازل و مراتب سے بے رغبتی کرتے ہیں۔

۲۔ لوگ ناز و نعمت کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور ہم ایک ایسے چہرے کی طرف مائل ہو گئے ہیں جو سرور انگیز اور طرب انگیز ہے۔

۳۔ ہم نے اپنے محبوب کے نور سے تعلق پیدا کر لیا یہاں تک کہ ہمارے لئے وہ چیز بھی روشن ہو گئی جو صیقل نہیں ہو سکتی تھی۔

۴۔ مَیں دنیا اور اس کے ساکنین کے شہر کو دیکھتا ہوں کہ وہ قحط زدہ ہیں لیکن ہماری محبت کی زمین کبھی قحط زدہ نہیں ہوگی۔

۵۔ لوگوں کی ریاستیں تو اُن کی موت کے ساتھ ختم ہو گئیں لیکن ہمارے پاس دوستی کی ایک ریاست ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی۔

۶۔ مَیں نے قسم کھائی ہے کہ مَیں کبھی اُس سے جُدائی اختیار نہ کروں گا اگرچہ شیر اور بھیڑیے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ کر دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خدا بڑی دولت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کیلئے مصیبتوں کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنی جانوں کو فدا کرو۔" (ازالہ اوہام)

تفسیر آیات ـــ سُورۃ الاخلاص

از افاضات حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود

(حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

میں اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنیوالا اور بار بار رحم کرنے والا ہے شروع کرتا ہوں۔ (ہم ہر زمانہ کے مسلمان کو حکم دیتے ہیں کہ) تُو (دوسرے لوگوں سے) کہتا چلا جا کہ (پکّی اور اصل) بات یہ ہے اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اللہ وہ (ہستی) ہے جس کے سب محتاج ہیں (اور وہ کسی کا محتاج نہیں) نہ اُس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے اور (اُس کی صفات میں) اُس کا کوئی بھی شریک کار نہیں۔

تفسیر:-

اِس سورۃ میں اختصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحیدِ کامل اور اُس کی صفات اور شان کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اِس طرح اپنے معنی میں یہ سورۃ قرآن کریم کا مکمل خلاصہ ہے کیونکہ قرآن کریم کے مضامین کا نقطۂ مرکزی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو ثابت کیا جائے اور اُس کی صفات اور جلالتِ شان کو بیان کیا جائے اور "قُلْ" کہکر اِسطرف توجہ دلائی ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اِس خلاصہ کو یاد رکھے۔ اپنی نسلوں کو اِس کی وصیت کرے اور دنیا میں اِس کا اعلان اور اِس کی اشاعت کرتا رہے یہاں تک کہ دنیا ایک مرکزی نقطہ پر جمع ہو جائے۔

اِس سورۃ میں تین امور پر روشنی ڈالکر اللہ تعالیٰ کی کامل توحید کو پیش کیا گیا ہے۔ بتایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ موجود ہے (۲) اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں منفرد ہے یعنی وہ اکیلا ہے دو یا تین خدا نہیں اور (۳) وہ پاک ذات واحد فی الصفات اور بے مثل ہے اُس کی صفات میں کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں۔ چنانچہ فرمایا "اللّٰہ احد" اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ ہر رنگ میں اور ہر طرح وہ اپنے وجود میں ایک ہی ہے نہ وہ کسی کی ابتدائی کڑی ہے اور نہ آخری سرا۔ نہ کسی کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اُسکے مشابہ۔ وہ ایک ایسی ذات ہے کہ جب اُس کا تصوّر

کریں تو دوسری کسی ذات کا خیال بھی دل میں نہ آسکے۔ پس "اَحَدٌ" وہ صفت ہے جو سب خلق سے منزّہ ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اصل شان شانِ احدیّت ہی ہے۔

خدا تعالیٰ کا اپنی ذات میں یکتا ہونا دو قسم کی نفی کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ وہ دو سے ایک نہیں ہُوا اور دوسرے یہ کہ وہ ایک سے بھی دو نہیں ہُوا۔ وہ نہ تو تنوّع ذاتی اختیار کر سکتا ہے اور نہ اس تنوّع کو مٹانے سے پھر ایک ہوتا ہے۔ یعنی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک سے (۲) بیٹا اور (۳) رُوح القدس بن گیا اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تینوں پچھلے پاؤں لَوٹ کر پھر ایک ہو گئے ہیں۔ اِس طرح ہر مشرکانہ خیال کا کلیۃً استیصال کر دیا گیا ہے۔

"اَللّٰہُ اَحَدٌ" میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اللہ ہے اور وہ اپنی ذات اور صفات میں ایک ہے۔ اِس دعویٰ پر یہ عقلی اور واقعاتی دلیل دی کہ "اللّٰہ الصّمد" اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں مگر باقی سب چیزیں اسکی محتاج ہیں۔ اور جب ساری چیزیں اسکی محتاج ہیں اور وہی سب کی ضروریات پُوری کرتا ہے تو پھر کسی اور اللہ کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر چیز جو ہمیں دنیا میں نظر آتی ہے تغیّر پذیر ہے اور اپنی ہستی کے قیام کے لئے دوسری اشیاء کی محتاج ہے اور یہ احتیاج بتا رہی ہے کہ دنیا اور اسکی اشیاء اپنی ذات میں قائم نہیں بلکہ اپنی ہستی کے قیام کے لئے دوسروں کی محتاج ہیں۔ پس کسی ایسی ہستی کا ماننا جو اِن محتاج ہستیوں کو معرضِ وجود میں لانیوالی ہو اور ایک ہمہ گیر قانون کے ماتحت اِن کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہو ضروری ہے۔ پس اِس کارخانۂ عالم کے قیام و بقاء کے لئے "اللّٰہ الصّمد" کی ضرورت ثابت ہوئی۔

الصّمد کے معنی الدّائم اور الرّفیع کے بھی ہیں پس فرمایا کہ وہ ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ نہ اُس سے پہلے کوئی وجود تھا اور نہ اس کے بعد کا ہم تصوّر کر سکتے ہیں، وہی اوّل بھی اور آخر بھی۔ اور وہ احدیّت کی شان رکھنے والی پاک ذات رفیع الدرجات ہے اور غیر محدود بلندیوں کی مالک۔ اسکی بلندیوں تک، اسکی رفعتوں تک انسان کی پرواز تخیّل بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اور جب ہم نے حصولِ قرب کے لئے اس رفیع الدرجات خدا کی طرف پرواز کرنی ہے تو پھر جس قدر بھی پرواز کریں کم ہے کیونکہ ہمارا اللہ غیر محدود رفعتوں کا مالک ہے اور ہم پر قُرب کی غیر محدود راہیں کُھلی ہیں اور غیر محدود رُوحانی ترقیات کے دروازے ہم پر کھولے گئے ہیں۔ ہمارا روحانی سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔

یہ بھی یاد رہے کہ توحید رحمانیت کا منبع ہے اور صمدیت کے اندر رحمانیت مضمر ہے۔ ہر چیز اپنی ربوبیت کے لئے اسی کی محتاج ہے اس کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ انسان اور غیر انسان سب ہی اپنے وجود اور اپنی بقاء کے لئے اُسی کی رحمانی ربوبیت کے محتاج ہیں اور جب انسانوں میں سے نیک و بد سب کا وہ ربّ ہے اور وہ ربّ اور رحمان ہے پرہیزگاروں کا بھی اور گناہگاروں کا بھی تو ہمیں کسی کفارہ کی ضرورت نہیں اور نہ کسی تناسخ کی ہمیں احتیاج ہے۔

ہم نے بتایا ہے کہ اگر توحید نہ ہو تو رحمانیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اسکی ایک موٹی مثال یہ ہے کہ جو قومیں توحید کی قائل نہیں وہ رحمانیت کی بھی قائل نہیں۔ مثلاً ہندو توحید کو نہیں مانتے لہٰذا وہ رحمانیت کے بھی قائل نہیں اور اُن کا عقیدہ ہے کہ انسان کو اسکے گناہوں کی سزا ضرور ملیگی۔ گناہ کی معافی کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کا محتاج نہیں، مسئلۂ تناسخ کا محتاج ہے۔ اسی طرح عیسائی توحید کے قائل نہیں اور گناہوں کی معافی کے لئے کفارہ کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ "اللّٰہُ الصَّمَد" اسکا فیض جاری ہے اور ہر چیز اسکی رحمانیت سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور اسکی محتاج ہے پس توحید و رحمانیت لازم و ملزوم ہیں اور خدا تعالیٰ کے بندوں کو نہ کسی کفارہ کی ضرورت ہے اور نہ تناسخ کی۔ خدائے احد، صمد، اور رحمان ہی ان کے لئے کافی ہے۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ، الصمد کے لئے بطور دلیل ہے اور بتایا ہے کہ احتیاج دو باتوں کے سبب پیدا ہوتی ہے اوّل ابتدائی تعلقات کیوجہ سے اور دوم آئندہ کے تعلقات کیوجہ سے (۱) ابتدائی تعلقات سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے نیست سے ہست میں آنے کا کوئی سبب ہو، ایسی ہستی محتاج ہوتی ہے اپنے سبب کی کیونکہ اگر وہ سبب نہ ہوتا تو اُس کا وجود ظاہر نہ ہو سکتا اور (۲) آئندہ کے تعلقات سے مراد یہ ہے کہ اسکی کوئی اولاد ہو۔ کیونکہ اولاد کا ہونا نہ صرف عورت کی احتیاج کو ثابت کرتا ہے بلکہ اولاد کا وجود خود اپنے نفس کے فانی ہونیکا بھی ثبوت ہوتا ہے چنانچہ دنیا میں کوئی ایسی ہستی جو اپنی پیدائش کی غرض کے پورا ہونے تک زندہ رہنے والی ہو اولاد نہیں رکھتی اور نہ اسکی نسل آگے چلتی ہے جیسے سورج، چاند، پہاڑ، زمین وغیرہ لیکن انسان، حیوانات، نباتات اپنی ضرورت کے پورا ہونے سے پہلے مرجاتے ہیں اسلئے انکی نسل بھی چلتی ہے۔ پس اِس آیہ میں یہ بتاکر کہ خدا تعالیٰ کی ذات کسی دوسرے کی نسل سے نہیں اور نہ اُس سے کوئی نسل چلی ہے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ وہ غیر فانی ہے اور اپنی ذات میں مکمّل ہے اور احد ہے کیونکہ اِس آیہ نے مذکورہ بالا دونوں قسم کے تعلقات کی نفی کردی اور اس طرح ایک طرف تو اس کی صمدیّت کا ثبوت دیدیا اور دوسری طرف اس کی احدیّت کا۔

پھر فرمایا کہ "وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد" یعنی صرف یہی نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی کا بیٹا نہیں یا خدا تعالیٰ کا آگے کوئی بیٹا نہیں بلکہ اسکا مماثل اور مشابہ بھی کوئی نہیں۔ نہ اسکی ذات میں اسکا کوئی شریک ہے اور نہ اسکی صفات میں اسکا کوئی شریک ہے کیونکہ ساری دنیا میں ہمیں ایک ہی قانون چلتا ہوا نظر آرہا ہے۔ کوئی دو مستقل اور متوازی سکیمیں اور قانون دنیا میں نہیں چل رہے جس سے کسی "کفو" کا ہمیں ثبوت ملے۔ نیز قانون جب ایک ہی ہے تو دو مماثل ہستیاں جو ایک سی خدائی طاقت رکھتی ہوں اُن کا وجود باطل ہو جاتا ہے۔

یہ سورۃ دہریت اور عیسائیت جیسے خطرناک فتنوں کو مٹانے اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور اسکی احدیّت کو ثابت کرنے کیلئے اور تمام قوموں کو ایک نقطۂ مرکزی پر جمع کرنے کیلئے نازل کی گئی ہے کیونکہ وہ خدا ربّ العالمین خدا ہے اور سزاوار ہے اس بات کہ سب اقوامِ عالم اس "ایک" اور "یکتا" کے جھنڈے تلے جمع ہوں اور ساری دنیا اسکی حمد کے ترانہ سے گونجنے لگے۔

اے خدا! اپنے اِس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہمیں اپنا خادم بنا۔ آمین ٭

اسلامی احکام کی اساس ——— توحیدِ الٰہی

(مکرم شیخ خورشید احمد صاحب۔ ربوہ)

تمام اسلامی احکام کی اساس اور روح توحیدِ الٰہی ہے۔ یہ اسلام کا مرکزی نقطہ ہے جس پر اس نے سب سے زیادہ زور دیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا مقصد ہی دنیا میں توحیدِ الٰہی کا قیام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ طیّبہ کے ذریعے مسلمانوں کا جو نصب العین مقرر فرمایا ہے اس میں بھی سب سے پہلے یہی اعلان کیا گیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود و مطلوب نہیں ہے۔

توحیدِ الٰہی کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں ودیعت کر رکھا ہے۔ طبعی طور پر ہر انسان توحید کی طرف میلان اور رغبت رکھتا ہے اور ہر قوم اور ہر مذہب میں اس کے اثرات موجود ہیں۔ انتہائی مشرک اور بُت پرست اقوام میں بھی توحید کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان، افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا کی قدیم ترین اقوام کی نسبت بھی خود مغربی محققین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان میں بھی ایک خدا کا تصوّر موجود تھا۔ پھر یہ امر بھی انسانی فطرت میں توحید کے تصوّر کی دلیل ہے کہ عیسائیت اور دیگر مشرک مذاہب بھی (موجودہ زمانہ میں بالخصوص) اپنے عقائد کو ایسا رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے ایک حد تک ان میں بھی توحید کا تصوّر نظر آئے چنانچہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"پادریوں کو بھی ماننا پڑا کہ جہاں تثلیث کی تعلیم نہیں پہنچی وہاں کے رہنے والوں سے توحید کی پُرسش ہوگی۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۵۹)

اسلام سے قبل توحید کا جو تصوّر دنیا میں پایا جاتا تھا وہ بہت ہی ناقص اور ادھورا تھا۔ سب سے پہلے اسلام ہی نے اسے ہر جہت سے مکمّل صورت میں پیش کیا اور ایسے رنگ میں اسے واضح کیا کہ شرک کے باریک سے باریک پہلوؤں کی بھی بیخ کنی ہوگئی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے تو دنیا پوری طرح شرک اور بُت پرستی میں غرق ہو رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ ایسے وقت میں آئے جو دنیا شرک اور بُت پرستی سے بھری ہوئی تھی۔ کوئی پتھر کی پُوجا کرتا تھا اور کوئی آگ کی پرستش میں مشغول تھا۔ کوئی سورج کے آگے ہاتھ جوڑتا تھا کوئی

پانی کو اپنا پرمیشر خیال کرتا تھا اور کوئی انسان کو خدا بنا بیٹھا تھا۔" (چشمہ معرفت)

ظلمت اور تاریکی کے اس زمانہ میں جب اسلام کا نیّرِ درخشاں نمودار ہوا تو اس نے شرک اور بت پرستی کے تمام پردوں کو چاک کر کے توحید کے نور سے دنیا کو منور کر دیا۔ قرآن مجید نے توحید باری تعالیٰ کو ایسے جامع رنگ میں اور ایسے دلنشین اسلوب میں پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو عقلِ انسانی اس سے پوری طرح مطمئن ہو جاتی ہے اور دوسری طرف شرک کے تمام جلی اور خفی پہلو سامنے آجاتے ہیں جن سے بچکر انسان اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا حقیقی عرفان حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اسلام وہ مصفّٰی اور خالص توحید لیکر آیا تھا جس کا نمونہ اور تمام و نشان بھی دوسری ملتوں اور مذہبوں میں پایا نہیں جاتا۔ یہاں تک کہ میرا ایمان ہے کہ اگرچہ پہلی کتابوں میں بھی خدا کی توحید بیان کی گئی ہے اور کل انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور منشاء بھی توحید ہی کی اشاعت تھی لیکن جس اسلوب اور طرز پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم توحید لیکر آئے اور جس نہج پر قرآن نے توحید کے مراتب کو کھول کھول کر بیان کیا ہے کسی اور کتاب میں اس کا ہرگز پتہ نہیں ہے۔" (ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

اس زمانہ میں اسلامی نظریۂ توحید کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور جماعت احمدیہ کو الہاماً تاکید فرمائی ہے کہ :-

"خذوا التوحید التوحید یا ابناءَ الفارس" (تذکرہ صفحہ ۵۳۵)

یعنی اے ابن الفارس (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے جسمانی اور روحانی فرزندو! تم توحید کو مضبوطی کے ساتھ دنیا میں قائم کر دو۔

اس الہامِ الٰہی سے ظاہر ہے کہ توحیدِ الٰہی کا قیام ہی احمدیت کا حقیقی مقصد ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء نے توحید کے قیام کیلئے خاص کوشش کی ہے اور شرک کے باریک سے باریک پہلوؤں کو بھی قرآن مجید کی روشنی میں واضح کیا ہے تاکہ ان سے بچ کر حقیقی اور کامل توحید کو قائم کیا جاسکے۔

قرآن مجید نے توحید الٰہی کو کس رنگ میں پیش کیا ہے اور کس طرح شرک کو اور اسکی تمام اقسام کو واضح کر کے ہماری مکمل رہنمائی فرمائی ہے اس کی چند ایک مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص میں نہایت جامع رنگ میں توحید الٰہی کو پیش کیا ہے اس سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے :-

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

دیکھنے میں یہ نہایت مختصر اور سادہ الفاظ ہیں لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو مطالب و معانی کا ایک وسیع سمندر

ان میں بند نظر آتا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اِن الفاظ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ھو اللہ احد۔ تم کہدو کہ خدا کی ہستی کے متعلق تم مختلف خیالات میں مبتلا ہو... لیکن خدا تعالیٰ کے متعلق جو یقینی بات ہے اس کا نقطۂ مرکزی یہ ہے کہ اللہ احد اللہ کی ذات ایسی ہے کہ ہر رنگ میں اور ہر طرح اپنے وجود میں ایک ہی ہے، نہ وہ کسی کی ابتدائی کڑی ہے اور نہ آخری سرا۔ نہ کسی کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ۔ اَحَد کا لفظ اپنے اندر عجیب خصوصیت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس میں کسی رنگ میں دوئی کا خیال نہیں پایا جاتا حتّٰی کہ واحد میں بھی اور اوّل میں بھی دُوئی پائی جاتی ہے۔ واحد کے معنے ہیں پہلا یعنی دوسروں کی نسبت سے پہلا۔ اور نسبت دُوئی کو طلب کرتی ہے کیونکہ اُسوقت تک کسی چیز کی نسبت قائم نہیں کی جاسکتی جب تک دُوئی نہ ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ دایاں ہے جب تک بایاں نہ ہو... اِسی طرح جو واحد ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ دوسرے ہوں مگر احد کے معنے ایک ہیں اور ایک دوسرے کی نفی کر دیتا ہے.... احد کے معنے ہیں وہ ذات جو ایسی ایک ذات ہے کہ جس کا تصوّر کریں تو دوسری کسی ذات کا خیال بھی دل میں نہ آسکے۔ پس احد وہ صفت ہے کہ جو سب خلق سے منزّہ ہو اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اصل شان احدیت ہی ہے۔"

احد اور واحد کے الفاظ میں جو فرق ہے اسے مزید واضح کرتے ہوئے حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب اللہ تعالیٰ کے لئے احد کا لفظ استعمال ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی واحدانیت کو بیان کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کا اگر تصوّر کریں تو دوسری کسی ذات کا خیال بھی دل میں نہیں آتا اور جب اللہ تعالیٰ کیلئے واحد کا لفظ استعمال کیا جائے تو وہاں صفات کی واحدانیت مراد ہوتی ہے کہ وہ صفات میں واحد ہے یعنی اپنی صفات میں کامل ہے اور اس کے سوا کوئی اور وجود نہیں جو صفات کے لحاظ سے کامل ہو۔"

"احد" کے لفظ کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضور بیان فرماتے ہیں:۔

"احد کا لفظ یہ مضمون بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے یہ دو قسم کی نفی کرتا ہے پہلی یہ کہ وہ دو سے ایک نہیں ہوا اور دوسری یہ کہ وہ ایک سے بھی دو نہیں ہوا۔ واحد ایک سے دو بنتا ہے اگر پیچھے کی طرف لوٹیں تو دو سے ایک ہو جاتا ہے۔ جہاں تک خدا تعالیٰ کی صفات کا تعلق ہے انکے ساتھ دنیا کا اشتراک پایا جاتا ہو اسکے پرتو کے ماتحت دوسری اشیاء میں بھی ایک حد تک وہ صفات مل سکتی ہیں۔ گویا واحد کہنے کے ساتھ ہم اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ دنیا میں دوسرے وجود بھی موجود ہیں۔ واحد کے لفظ سے ہم دوسرے کسی وجود کی طرف جاسکتے ہیں

مگر احد کے لفظ سے نہیں۔۔۔ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں اشتراک ہے ذات میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ سُنتا ہے اور اسکے پرتو سے ہمیں بھی سُننے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔۔۔۔ پس جب ہم واحد کا لفظ بولتے ہیں تو اقرار کرتے ہیں کہ دوسرے وجود بھی دنیا میں ہیں جو اُس سے طاقت حاصل کرکے صفات ظاہر کرتے ہیں۔ ایک سے آگے دو تین چار پانچ وغیرہ ہیں اور اگر پھر واپس چلیں تو ایک پر ہی پہنچ جاتے ہیں مگر احد کا لفظ بتاتا ہے کہ نہ اس ایک سے آگے دو تین چار کی طرف جا سکتے ہیں اور نہ واپس ایک کی طرف آسکتے ہیں عیسائیوں میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں وہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹا اور روح القدس مل کر ایک ہوا۔ گویا وہ کثرت سے وحدت کی طرف جاتے ہیں کہ تینوں مل کر ایک ہوئے۔ سورۂ اخلاص کہتی ہے کہ وحدیت تو اقنوم ثلاثہ سے پیدا ہو سکتی ہے لیکن احدیت نہیں پیدا ہو سکتی اور توحید کامل کا یہی مقام ہے۔۔۔۔ اس مختصر سی سورۃ کے ذریعے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا ثبوت دیا ہے وہاں شرک کا بھی کلیتہً استیصال کر دیا ہے۔ شرک دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ کئی وجود خدا کی حیثیت رکھنے والے ہوں چاہے اس سے چھوٹے ہوں یا بڑے۔ دوسرے یہ کہ خدا کے سوا باقی ہو تو مخلوق ہی مگر اسے خدائی کا درجہ دیا گیا ہو ایک شرک فی الذات ہے اور دوسرا شرک فی الصفات۔ اللہ تعالیٰ نے قل ھو اللہ احد کہہ کر تمام ان لوگوں کے عقائد کی تردید کر دی جو تین خدا کہتے ہیں یا دو خداؤں کے قائل ہیں یا خدا کا بیٹا یا بیٹیاں تجویز کرتے ہیں یا اور بتوں کو پوجتے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم صـ۱۴۳ تا صـ۱۴۹)

تفسیر کبیر کے مندرجہ بالا حوالہ میں قرآن مجید کی ایک نہایت مختصر سورۃ کے ایک چھوٹے سے حصہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کا توحید کے متعلق کیا نظریہ ہے اور کس طرح اس نے اسے جامع اور مکمل صورت میں پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور مثال بھی قرآن مجید میں سے ہی درج ذیل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قل یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا وبینکم الّا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتّخذ بعضنا بعضًا اربابًا مّن دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانّا مسلمون۔ (آل عمران ۶۵)

ترجمہ:۔ تو کہدے کہ اے اہلِ کتاب کم سے کم ایک ایسی بات کی طرف تو آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنایا کریں لیکن اگر اس دعوت اتحاد کے بعد بھی وہ لوگ پھر جائیں تو ان سے کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم میں مشرکوں کے معبودوں کے لئے چار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں (۱) ند (۲) شریک (۳) الٰہ

(۴) ربّ ۔ یہ چاروں نام چار قسم کے شرکوں پر دلالت کرتے ہیں نِدّ تو شریک فی الجوہر کو کہتے ہیں یعنی ایسی ہستی کو جس کی محض عبادت ہی مدنظر نہ ہو بلکہ جیسے خدا تعالیٰ کی ذات ہے ویسے ہی اس چیز کو از روئے ذات سمجھا جائے اور شریک وہ ہے جسے کاموں میں شریک باری تعالیٰ قرار دیا جائے خواہ بعض صفات میں یا کل صفات میں خواہ اسکی عبادت کی جائے یا نہ کی جائے اور الٰہ یعنی معبود کا لفظ جب خدا تعالیٰ مشرکوں کے متعلق استعمال کرے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جسکی تم عبادت کرتے ہو ۔۔۔۔ چوتھا نام ربّ ہے ۔ گو اسکے اصل معنے پیدا کر کے کمال تک پہنچانے والے کے ہیں مگر اصطلاحِ مذاہب میں ہر ایک مربّی اور سردار کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے ایسے لوگ مراد ہوتے ہیں جن کی ہر ایک بات بلا تمیز خیر و شر مان لی جائے ۔۔۔۔۔ اس آیت میں ۔۔۔۔ الٰہ یعنی معبود اور شریک اور ربّ تینوں اقسامِ شرک کی نفی تو صراحتاً کی گئی ہے مگر نِدّ کی ضمنی طور پر نفی کی گئی ہے کیونکہ نِدّ ان تینوں کے اندر شامل ہے ۔۔۔۔ اس کے علاوہ لا نعبد الا اللہ سے بھی نِدّ کی نفی ہو جاتی ہے گویا اسلام توحید کے جس بلند ترین مقام پر بنی نوع انسان کو پہنچانا چاہتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نہ تو کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک فی الجوہر سمجھے نہ کسی کو اسکے کام میں شریک قرار دے خواہ اسکی عبادت کی جائے یا نہ کی جائے ۔ نہ غیر اللہ میں سے کسی کی پرستش کی جائے اور نہ خدا اور اسکے انبیاء کے احکام کے خلاف کسی کی اس طرح اطاعت کی جائے جس طرح خدا تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے یہ تمام چیزیں توحیدِ حقیقی کے منافی ہیں ۔" (تفسیر سورۂ بقرہ صفحہ ۳۲۴ تا صفحہ ۳۲۶)

تفصیلی طور پر توحید کے متعلق اسلام کے بلند اور کامل ترین نظریہ کا علم حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی مؤلفہ تفسیر کبیر کا مطالعہ کرنا چاہیئے ۔ بہرحال مندرجہ بالا حوالوں سے بھی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ توحید کے متعلق اسلام کا نظریہ کیا ہے وہ کس طرح شرک کی باریک در باریک اقسام کی بھی تردید کر کے انسان کو توحید کے بلند ترین مقام پر انسان کو کھڑا کرنا چاہتا ہے ۔ حق یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے علمِ کلام کی ہی یہ برکت ہے کہ ہم قرآن مجید کے اچھوتے علوم اور انمول حقائق و معارف سے آگاہ ہو کر توحید کے حقیقی مقام کو سمجھ سکتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر کامل مؤحد بن سکتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توحیدِ الٰہی کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

بچوں کا صفحہ

سب سے بڑی دولت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ایک دولت عطا کی ہے جو سب دولتوں سے بڑی دولت ہے۔ اگر ساری دنیا کی دولتیں جمع کی جائیں تو اُس دولت کے مقابلہ میں ایک ذرہ کے برابر بھی ان کی حیثیت نہیں۔ وہ دولت کیا ہے؟ وہ ہے زندہ خدا پر زندہ ایمان۔ یعنی دل سے اِس بات پر ایمان رکھنا کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ دنیا اور اس کی ایک ایک چیز اُسی نے پیدا کی ہے۔ وہی تمام جہانوں کا خالق اور مالک ہے۔ اُسے سب قدرت حاصل ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی چیز بھی اُس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں۔

اُس کے قادر ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سُنتا اور ان کا جواب دیتا ہے۔ اسلام کا خدا ہی زندہ اور قادر خدا ہے۔ آج اور کوئی مذہب نہیں جو زندہ اور قادر خدا پر ایمان لانا سکھاتا ہو۔ اسلام کے سوا تمام مذاہب جو خدا پیش کرتے ہیں وہ نہ دعائیں سُن سکتے ہیں اور نہ انہیں قبول کر کے اُنہیں پورا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس بات کو مثالیں دے دے کر سمجھایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سُنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھ کر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ مَیں اس سے دعا کروں تو یہ مجھے جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے یسوع کو خدا مانا ہے، وہ میری دعا کو سُنتا اور اُس کا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بولنے والا صرف ایک ہی خدا ہے جو اسلام کا خدا ہے، جو قرآن نے پیش کیا ہے جس نے کہا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی تم مجھے پکارو مَیں تمہیں جواب دوں گا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ کوئی ہو جو سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے آخر اُسکی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جائے گا۔"

(الحکم ۱۷۔ دسمبر ۱۹۰۲ء)

پس احمدی بچوں کو اِس دولت کی قدر کرنی چاہیئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ خدا پر زندہ ایمان کی شکل میں انہیں عطا کی ہے۔ انہیں محنت اور کوشش کے ساتھ ساتھ خوب دعائیں مانگنی چاہئیں۔ جب بھی کوئی کام کرنے لگیں تو اُس میں کامیابی کے لئے ضرور دعا کریں۔ ہمارا خدا جو زندہ خدا ہے اُن کی دعاؤں کو سُنے گا اور انہیں کامیاب کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سب بچوں کو اپنے مالکِ حقیقی کے حضور دعائیں کرنے اور ہر کام میں اُسی سے مدد مانگنے کی توفیق عطا فرمائے تا وہ اُس کے پیارے بندے بن کر دین اور دنیا دونوں میں کامیاب ہوں۔ آمین ✦

حمدِ ربّ العالمین

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کِس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارہ میں تماشہ ہے تری چمکار کا

(دُرِّثمین)

خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے - پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں - اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو- تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا - لیکن اگر تم اپنے نفس سے در حقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر با برکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا - اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے - تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے - پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو - اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے - خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے -"

(الوصیت صفحہ ۹، ۱۰)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -